وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ ستمبر ۲۰۲۳ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی لوہاری گیٹ ملتان
شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

سانحہ باجوڑ......اور درجنوں علماء کی شہادتیں	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۳
قتل ناحق اور علماء وطلبہ کا قتل سب سے بڑا جرم ہے	حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۱۱
ترجمہ قرآن اور تفسیر کیسے پڑھائیں؟	مولانا عمران عیسیٰ	۲۱
اسلاف کے علمی اسفار کی داستانِ دلنواز	ضیاءالدین قاسمی ندوی	۳۲
ذکر بعض الذواء من الصحابۃ	ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی	۳۷
آہ!......حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب نوراللہ مرقدہ	مولانا سراج الحق، دارالعلوم کبیر والا	۴۱
وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاس	مولانا عبدالقدوس محمدی	۴۸
رُوداد اجلاس مسئولین وسطی اضلاع وہزارہ ڈویژن	مولانا مفتی سراج الحسن	۵۴
تبصرہ کتب	محمد احمد حافظ	۵۹

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر۔ سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر۔ ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر۔

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

سانحہ باجوڑ......اور درجنوں علماء کی شہادتیں

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے ۱۶محرم ۱۴۴۵ھ/۴/اگست ۲۰۲۳ء کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں باجوڑ سانحے کے حوالے سے ایک فکر انگیز خطاب فرمایا، یہ خطاب اپنی اہمیت کے پیش نظر ماہنامہ وفاق المدارس کے قارئین کے مطالعے کے لیے پیش خدمت ہے۔

باجوڑ کا سانحہ الم ناک، دردناک اور کرب ناک ہے:

میرے محترم بزرگو! بھائیو! اور دوستو!......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج کل ہم جن حالات میں جی رہے ہیں اس میں ہر شخص اپنے آپ کو پریشان اور غیر محفوظ تصور کرتا ہے۔ مختلف حادثات روز مرہ پیش آرہے ہیں، کبھی سیلاب ہے، کبھی زلزلہ ہے، کبھی دہشت گردی کا عفریت ہے جو ملک کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے، سیاسی طور پر قوم بٹی ہوئی ہے، سیاسی استحکام نہیں، معاشی طور پر برا حال ہے، مہنگائی نے کمر توڑی ہوئی ہے، ان سب حالات میں تو ہم کافی عرصے سے گزر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس بحران سے عافیت کے ساتھ نکالے، لیکن پچھلے ہفتے باجوڑ میں جو سانحہ پیش آیا وہ انتہائی المناک، دردناک، کرب ناک اور ایسا ہے کہ اس پر جتنا دُکھ کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ باجوڑ میں جو دھما کا ہوا، اس میں اطلاعات کے مطابق اَسّی افراد جن میں بیشتر علماء تھے، شہید ہوئے، ان شہداء میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی شامل ہیں، درجنوں لوگ زخمی ہیں بہت سوں کی حالت نازک ہے۔ جس بے دردی کے ساتھ ان علماء کو شہید کیا گیا ہے اس کی مثال پچھلی دہشت گردی کے واقعات میں کم ملتی ہے۔

اہل علم اور دین کا کلمہ بلند کرنے والوں کو نشانہ بنایا گیا:

دیکھنے والوں سے ہم نے رابطہ قائم کیا، متعلقین سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہوا کہ لاشیں اس طرح بکھری ہوئی تھیں کہ دیکھنے والا بھی خوف زدہ ہوجائے، بہت سے ایسے تھے جن کے اعضاء کٹ کٹ کر ان کی پہچان مشکل ہوگئی۔ بعض ایسے تھے جن کی پہچان کرنے میں شدید دشواری پیش آئی اور ایک صاحب کے بارے میں پتا چلا کہ صرف ان کے جوتوں سے پہچانا گیا کہ یہ فلاں شخص ہے ورنہ جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں تھا۔ یہ سفا کی؛ یہ انسانی جانوں کے

ساتھ کھلواڑ ایسے لوگوں کی طرف سے ہوئی جو خود اسلامی نظام نافذ کرنے کے دعوے دار ہیں۔ نام اسلام کا ہے اور اس میں نشانہ بنایا جا رہا ہے عام مسلمانوں کو بھی نہیں بلکہ ایسے اہل علم کو جو اللہ کے فضل و کرم سے دین کا اس ملک میں کلمہ بلند کرنے والے ہیں؛ ان کو نشانہ بنایا گیا۔

کئی خاندانوں کا اب کوئی یار و مددگار نہیں:

اتنی بڑی تعداد علماء کی شہید ہوئی اور بہت سے لوگ ابھی تک زخمی ہیں، ان کا علاج ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ سب مسلمانوں کو دعا کرنی چاہیے کہ شہداء کو اعلیٰ درجات سے نوازے، ان شاء اللہ وہ تو اپنی منزل کو پہنچ گئے اور اللہ کی رحمت سے امید یہ ہے کہ ایک شہید کا جو مرتبہ ہوتا ہے وہ انبیاء و صدیقین کے بعد سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پہنچ کر وہاں خوش و خرم ہوں گے لیکن جو ان کے پسماندگان ہیں بعض خاندانوں کے بارے میں مجھے پتا چلا کہ ان کا کوئی کفیل باقی نہیں رہا، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں یا خاتون ہیں ان کا کوئی یار و مددگار، کوئی دیکھنے والا، کوئی وارث کوئی ان کی ضروریات کو سمجھنے والا باقی نہیں رہا۔ ان شہداء میں خود ہمارے دارالعلوم کے بہت سے فضلاء ہیں جو دارالعلوم سے پڑھ کر گئے ہیں اور ان میں سے بھی ہمارے دارالعلوم کے فاضل مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ ابھی دو مہینے پہلے دارالعلوم کے فضلاء کے اجتماع میں پیش پیش تھے۔ وہ شہید ہوئے اور ان کے گھر میں ان کی بیوہ اور معصوم بچوں کے سوا کوئی اور نہیں۔ غرض ایک طوفان برپا کیا گیا لوگوں کو شہید کرنے کا ان کے پسماندگان کو بے آسرہ کرنے کا ایک طوفان برپا ہوا ہے باجوڑ میں۔

ہمارے علماء و طلبہ کی شہادتوں پر ردِ عمل جیسا ہونا چاہیے ویسا نظر نہیں آیا:

یہ دہشت گردی کے واقعات ہمارے ملک میں بہت کثرت سے ہوتے رہے ہیں اور پچھلے دنوں بھی کوئی نہ کوئی واقعہ کبھی کوئٹہ میں کبھی پشاور میں کبھی کسی اور جگہ پیش آ جاتا ہے ان میں دو چار افراد کی شہادت کی حد تک محدود رہتا ہے، لیکن اتنا بڑا سانحہ کہ اس میں اتنی بڑی تعداد شہید ہوئی ہو یہ منفرد واقعہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہماری فوج کے اسکول کے بچوں پر جب حملہ ہوا تھا تو سارے ملک میں کہرام مچ گیا تھا، اس کی مذمت اور اس کی برائی ان کے کرنے والوں پر لعنت ملامت کا سرکاری سطح پر بھی اور میڈیا کی سطح پر بھی ایک طوفان مچ گیا تھا، ہمارے ان علماء کی شہادت کے موقع پر جس طرح کا ردِ عمل ہماری حکومت کو یا ہماری سیکورٹی کے اداروں کو جیسا دینا چاہیے تھا وہ اس درجہ کا نہیں ہے جو اس وقت دیا گیا تھا، حالانکہ علماء کے ساتھ یہ سفاکی کہیں زیادہ شدید ردِ عمل کی متقاضی تھی۔ یہ سمجھنا کہ اسی (۸۰) عالم فوت ہوگئے دنیا سے چلے گئے اور ہم ان سے محروم ہوگئے۔ یقین جانیے کہ یہ کون لگ تھے؟ یہ وہ لوگ تھے کہ جو اس ملک میں دین کا کلمہ بلند کرنے والی واحد طاقت ہے اہل علم کی۔

اہل علم اور دینی مدارس کی قدر نہیں:

لوگ علماء کی قدر نہیں پہچانتے جو لوگ علم دین حاصل کرتے ہیں، ان مدارس کے اندر ان کی قدر و قیمت نہیں پہچانتے کہ اس امت کے لیے یہ کتنی بڑی نعمت ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ جتنی تعلیمی درسگاہیں، اس وقت ملک میں قائم ہیں وہ چاہے سرکاری اسکول ہوں یا کالج ہوں یا یونیورسٹیاں ہوں یا انگلش میڈیم ادارے ہوں، ان میں سے کون ہے جو کسی کو دین کے بنیادی احکام کا علم دے رہا ہے؟، اتنا بڑا نظام ہے تعلیم کا، اس کے لیے وزارت قائم ہے، اس کے لیے اربوں روپوں کے فنڈ مختص کیے ہوئے ہیں اور وہ اسکولوں اور کالجوں یونیورسٹیوں کی شکل میں سارے ملک میں موجود ہیں۔ آپ سروے کر کے دیکھ لیجیے کہ اس میں کسی ادارے میں کیا یہ پڑھایا جاتا ہے کہ نماز کیسے پڑھنی چاہیے؟ یا اس میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ کون سی صورت میں انسان کے لیے غسل واجب ہوتا ہے اور اس کا ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کون سی جگہ یہ پڑھایا جاتا ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے تو زکوٰۃ کا نکالنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ کن چیزوں پر زکوٰۃ آتی ہے اور کن پر زکوٰۃ نہیں آتی؟ کون سی خرید و فروخت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے؟!۔ کسی آدمی کا انتقال ہو جائے تو اس کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ کوئی ادارہ جس پر قوم کے اربوں روپے لگ رہے ہیں، وہاں کہیں اتنی معلومات بھی دین کی فراہم نہیں کی جاتیں۔

وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے پوچھیے کہ بھائی نماز میں کیا فرائض ہوتے ہیں تو بالکل خاموش رہے گا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اور اس سے پوچھیے کہ زکوٰۃ کس پر فرض ہوتی ہے تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے اور تو اور سورہ اخلاص پڑھ کر سنا دو، قل ھو اللہ احد پڑھ کر سنا دو، وہ بھی ٹھیک سے نہیں پڑھ سکے گا۔ نماز جنازہ بہت ہوتی ہیں، اس میں حکومت کے افراد اور وزراء بھی شامل ہوتے ہیں اور جو فوجی حضرات کے رہنما بھی ہوتے ہیں؛ کتنوں کو نماز جنازہ آتی بھی ہے کہ نہیں؟ کس طرح نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟۔ تو سارے معاشرے میں جتنا سرکاری انتظام ہے تعلیم کا۔ اور اس تعلیم کے نظام میں کوئی ایک حصہ ایسا کہ جس میں دین کی بنیادی باتیں سکھائی جائیں تو وہ کہیں موجود نہیں۔ نہ قرآن کریم پڑھانے کا کوئی انتظام ہے، نہ فرائض دین سمجھانے کا کوئی نظام ہے، نہ کسی اور بنیادی ضروریات دین کو سمجھانے کا کوئی انتظام ہے۔ اسلامیات کا ایک گھنٹہ بے شک ہے لیکن اس اسلامیات کے گھنٹے میں کچھ اجمالی باتیں بتا دی جاتی ہیں اور وہ بھی طالب علم ان کو غیر اہم سمجھ کر کہ یہ بیکار کا گھنٹہ ہے لہٰذا اس کی طرف توجہ بھی نہیں دیتے اور اس کی وجہ سے امتحان کے نمبروں پر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ حالت ہے ہمارے ہاں تعلیم کا۔

اس ملک میں مسجدیں اگر آباد ہیں تو صرف مدرسے والوں کے دم سے:

تو بتاؤ اس ملک میں اگر مسجدیں آباد ہیں، اگر اس ملک میں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں اگر اس ملک میں دین کا کوئی

کلمہ بلند کیا جارہا ہے تو وہ کون سی مخلوق ہے جو یہ کام کر رہی ہے؟...... یہ تو صرف ان مدرسوں کے اندر پڑھنے والے لوگوں اور ان مدرسوں سے فارغ ہونے والوں کے دم سے اس ملک میں ابھی تک دین زندہ ہے الحمدللہ!، ورنہ دین کے علم کی حفاظت کرنے والا پورے ملک میں کوئی ادارہ نہیں ہے؛ سوائے ان مدرسوں کے جو قومی خزانے پر ایک پیسے کا بوجھ ڈالے بغیر یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ہماری یونیورسٹیاں ایسے اہل افراد تیار نہیں کرسکیں جو بلوچستان کی کانوں سے سونا نکال سکیں:

وہاں تو اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور اربوں خرچ ہونے کے باوجود ایسے لوگ تیار نہیں ہو رہے ہیں جو ملک کو خود کفیل بنا سکیں، ایسے لوگ تیار نہیں ہو رہے کہ جن کے پاس یہ مہارت ہو کہ ہمارے ہاں سونے کی کان نکلی ہے اس کان سے سونا برآمد کرنے کیا طریقہ ہوتا ہے؟ ان کو ابھی تک یہ پتا نہیں لہٰذا غیر ملکوں سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہیں کہ ہماری کان ہے تم نکالو، پچاس فی صد سونا تمہارا ہوگا اور پچاس فی صد ہمارا ہوگا، اتنی یونیورسٹیاں قائم ہونے کے باوجود اتنا اربوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود ابھی تک ہم یہ مہارت حاصل نہیں کرسکے کہ ان یونیورسٹیوں کے ذریعے سے ہم اپنا سونا خود نکال سکیں اور اپنے ملک پر خرچ کرسکیں۔ بلکہ اتنی بڑی دولت سونے کی اتنی بڑی دولت اسکا پچاس فی صد حصہ باہر کی کمپنی کو دینے پر مجبور ہیں کہ تم نکالو آکر ہمیں نہیں آتا کہ سونا کیسے نکالا جاتا ہے؟ اور نکال کر جتنا سونا نکلے گا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا ہمارا ہوگا۔ آپ یہ سمجھیے کہ ریکوڈک ایک منصوبہ شروع ہوا ہے سونے کا تو یہ ایسا ہے کہ اگر پورا سونا مکمل اگر ملک کو مل جائے تو ہمارے ہاتھ سے بھیک کا پیالہ ختم ہو جائے، لیکن ہم نے ابھی تک اس سارے نظام تعلیم کے اتنے زور وشور کے باوجود ایسے لوگ تیار نہیں کیے جو سونے کی کان سے سونا نکالنے کے قابل ہوں۔ لہٰذا غیروں کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ پچاس فی صد سونا تم لے جاؤ بس خدا کے واسطے ہمارا سونا نکال دو تمہیں اس کا آدھا مل جائے گا۔ وہاں تو یہ حال ہو رہا ہے۔

ان مدرسوں پر حکومت کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا:

ان مدرسوں کے نظام میں ایک پیسہ حکومت کا خرچ نہیں ہوتا۔ آپ ہر سال بجٹ دیکھتے ہو کہ بجٹ بنایا جاتا ہے پورے ملک کا، اس بجٹ میں ایک پیسہ دینی تعلیم کے لیے موجود نہیں ہے۔ مدارس اللہ کے بھروسے پر آپ مسلمانوں کی غیرت وحمیت کے تقاضے سے الحمدللہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں اور حکومت سے بغیر ایک پیسہ لیے ہوئے یہ مدارس خدمت انجام دے رہے ہیں...... کیا خدمت انجام دے رہے ہیں کہ ملک میں جتنی مساجد آباد ہیں پہلی تو بات تو یہ دیکھیے کہ ہماری پوری تاریخ میں مجھے یاد نہیں ہے کہ ہوسکتا ہے میرے علم میں نہ آیا ہو لیکن مجھے یاد نہیں ہے کہ حکومت کی طرف سے کوئی ایک مسجد تعمیر کی گئی ہو۔ جتنی تعمیرات ہیں مساجد کی اور جتنی مساجد قائم ہیں وہ سب

مسلمانوں نے اپنے پیسوں سے بنائی ہے۔ پھران مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے، ان میں نمازیں پڑھانے کے لیے ان میں دین کی بات وعظ کی صورت میں لوگوں کو سمجھانے کے لیے کوئی ایک آدمی ایسا نہیں ہے جو کہ نئے نظام تعلیم سے نکل کر آیا ہو اور اس نے آکر مسجد کا نظام سنبھالا ہو۔ مسجد کی نمازوں کا انتظام اور مسجد کے اندر جمعہ کا انتظام اور جمعہ کے اندر لوگوں کو دین سے باخبر کرنے کا انتظام...... سب کچھ کہاں سے ہو رہا ہے؟ وہ صرف یہ مدرسے انجام دے رہے ہیں۔ ان مدارس سے جو علماء بن رہے ہیں تنہا وہ ہیں جو اس ملک میں الحمدللہ دین کی حفاظت کر رہے ہیں۔

مُلّا جنگلوں اور دشوار گزار علاقوں میں بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے:

ابھی کچھ دنوں پہلے مجھے سوات کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا تو ہمیں ایسی جگہ ہمیں جانا تھا کچھ لوگوں نے دعوت دی تھی وہاں پر آنے کی کہ اس کا راستہ انتہائی دشوار گزار تھا، پکی سڑک نہیں تھی، پہاڑی علاقہ تھا اور پہاڑی علاقے میں بعض جگہ گاڑی پتھروں پر سے چل کر جا رہی تھی، تو وہ جو انتہائی دشوار گزار علاقہ پہاڑ کے اوپر پورے راستے میں ہم نے دیکھا کہ نہ کوئی بازار تھا، نہ کوئی دوکان تھی اور نہ کوئی اسکول تھا اور نہ کوئی ہسپتال تھا لیکن آبادیاں تھیں، مکان تھے کچے پکے مکان بنے ہوئے تھے بے شک، لیکن نہ کوئی دوکان نہ کوئی بازار نہ کوئی اسکول نہ کوئی ہسپتال یہ تقریبا چار پانچ کلومیٹر کی پٹی ہوگی اور گاڑی کا بھی چلنا بڑا مشکل ہو رہا تھا، بہت ہی دشوار گزار علاقہ تھا۔ اس پورے علاقے میں میں نے دیکھا کہ کوئی چیز نہیں لیکن دو مسجدیں تھیں راستے میں اور ان مسجدوں میں بورڈ لگا ہوا تھا ''مدرسہ تعلیم القرآن''۔ اس جنگل میں ان پہاڑوں پر ان دشوار گزار علاقوں میں جہاں کسی تعلیم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا وہاں پر دو ملا بیٹھے ہوئے ہیں، دین کا کلمہ پڑھا رہے ہیں لوگوں کو۔ اس سارے علاقے میں کسی بھی قسم کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا، لیکن دو مدرسے تھے دو مسجدیں تھیں اور مکتب تھا، تو وہ اپنے علاقے کے بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے، ان کو دین کی بنیادی باتیں سکھا رہے تھے، اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں الف ب تا بھی پڑھائی جاتی ہو۔ لیکن وہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا وہ اپنی دین کی خدمت انجام دے رہا تھا، وہ روٹی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر اپنی قربانیاں دے کر قرآن کی خدمت میں مشغول تھا، الحمدللہ سارے ملک میں یہ حال ہے۔

اس وقت ہم جس وفاق المدارس سے وابستہ ہیں وفاق المدارس العربیہ دارالعلوم کراچی بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ پورے ملک میں اس کے ساتھ تیئیس ہزار مدرسے ملحق ہیں، اور وہ بلوچستان کے بالکل آخر ژوب اور لورالائی سے لے کر گوادر اور پسنی تک، باجوڑ اور سرحدی قبائل سے لے کر کراچی اور کیماڑی تک ہر جگہ اور ہر بستی میں پھیلے ہوئے ہیں الحمدللہ!۔ ایک پیسہ ان کے اوپر گورنمنٹ کا خرچ نہیں ہوتا، نہ ہم گورنمنٹ سے مانگتے ہیں اور نہ لیتے ہیں اگر دے بھی تو نہیں لیں گے، لیکن یہ ساری خدمت کون انجام دے رہے ہیں؟...... یہ مدرسے کے لوگ، یہ مدرسے

کے فارغ التحصیل، ان کے پڑھنے والے، یہ دین کا کلمہ بلند کررہے ہیں۔ان کی قدر و قیمت اوران کی عظمت آج دنیا والوں کے سامنے کچھ بھی نہ ہولیکن جب یہ دنیا ختم ہوگی، ناپائیدار زندگی ختم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اِن شاء اللہ ثم اِن شاء اللہ یہ سب سے زیادہ اونچی گردنوں والے ہوں گے۔

دشمن سمجھتا ہے کہ جب تک علماء موجود ہیں ہم بے دینی کو فروغ نہیں دے سکتے:

اس کائنات میں دین سکھانے والا کوئی موجود نہیں سوائے ان کے۔لہٰذا ان ہی کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔جو دشمن ہیں اسلام اور پاکستان کے اور عالم اسلام کے انہوں نے اس کو نشانہ بنایا ہوا ہے کہ اس کام کے لیے کہ جب تک یہ مولوی موجود ہیں، یہ ملا موجود ہے اس وقت تک ہم اپنے بے دینی کے منصوبے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔اس لیے انہوں نے پکڑ لیا ہے کہ ان کو نشانہ بناؤ اور ان کو بدنام کرو، ان کو مارو، ان کو قتل کرو، چنانچہ آپ ذرا سوچیے کہ اتنے بڑے علماء کے مجمع کے اوپر بم کا دھماکا ہورہا ہے اور کون کررہا ہے؟ جو اپنے دعوے کے مطابق اسلامی نظام قائم کررہے ہیں، اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے علماء کو ختم کیا جارہا ہے، علماء کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔تو یہ یقین رکھو کہ یہ سب سازش ہے دشمنانِ اسلام کی، وہ یہ چاہتے ہیں کہ دین کا نام لینے والا ملا جب تک باقی ہے اس وقت تک ہم بے دینی کو فروغ نہیں دے سکتے۔اس وقت تک ہم اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتے اس لیے وہ ان کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہیں بدنام کرو اس کو جتنا ہوسکے۔بس یہ کہو کہ یہ ملا جو ہے محض اپنے بسم اللہ کے گنبد میں رہتا ہے اس کو دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے، اسے کہو کہ اس کو اور کچھ نہیں آتا اس کو جدید تعلیم حاصل نہیں ہے۔یہ بیکار لوگ ہیں جب یہ فارغ ہوکر جاتے ہیں تو ان کا کوئی مصرف نہیں ہوتا......طرح طرح سے بدنام کیا جاتا ہے اور جہاں موقع ملتا ہے تو ان کو شہید کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے دہشت گردی کے جتنے واقعات ہوئے ہیں ان میں کتنے بڑے بڑے علماء کو شہید کیا گیا ہے۔مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ...... یہ تمہارا کیا بگاڑ رہے تھے وہ، نہ ان کا سیاست میں کوئی حصہ، نہ ان کا حکمرانی میں کوئی حصہ لینے کی کوئی آرزو۔بیٹھے دین کی خدمت کررہے ہیں، شہید کردو ان کو، کیونکہ دین کا نام لے رہے ہیں، ان کے گرد لوگ جمع ہیں اور لوگ ان کی بات سن رہے ہیں ختم کروان کو۔مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، مولانا عادل خان شہید صاحب ان سب کو نشانہ بنا کر قتل کیا جارہا ہے کیوں؟ اس لیے کہ یہ دین کا نام اور کلمہ بلند کرنے کے لیے انہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے۔

یہ لوگ جب تک موجود ہیں ہم اپنی بے دینی کے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ایک ایک کر کے نشانہ بنایا جارہا ہے۔اب یہ باجوڑ کے علماء جن کو شہید کیا گیا یہ اپنے اپنے علاقوں کے اندر علم کا اور دین کا نور پھیلا رہے تھے، تو

ان کو تاک تاک کر نشانہ بنایا گیا۔لیکن یہ بھی خوب یاد رکھو کہ یہ دشمنوں کی سازشیں کتنی بھی قوی سے قوی تر ہو جائیں لیکن اللہ جل جلالہ کی یہ سنت ہے کہ دُشمنانِ اسلام کبھی اپنی سازشوں میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ مار دو کتنے لوگوں کو تم نے مارنا چاہتے ہو۔

قرآن کریم اللہ نے نازل کیا ہے اور حفاظت کرنے والا وہ خود ہے۔جلا دو اس کے نسخے اگر تمہارے دل میں غیض وغضب ہے، تمہارے دل میں جو آگ بھڑک رہی ہے اسلام کے خلاف ؛اور اسلام کے خلاف بھڑکی ہوئی آگ کے نتیجے میں تم سارے نسخے جلا دو العیاذ باللہ!......لیکن اللہ کا کلام ان بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے اِس مُلّا نے۔ بارہ بارہ سال کے بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ سارے نسخے اگر جلا بھی دیے جائیں العیاذ باللہ، تو ایک بارہ سال کا بچہ وہ ایک ایک لفظ پڑھ کر محفوظ کر لے گا۔ یہ کام کس نے کیا؟ کالج نے؟، یونیورسٹی اسکول نے؟ یا ان مکتبوں نے جو مسجد کے ساتھ قائم ہیں؟!، اس ملا نے یہ کام کیا ہے جو اپنی ساری آسائشوں کو چھوڑ کر اللہ کا کلام بلند کرنے کے لیے کسی کونے میں بیٹھا ہوا ہے۔ ملا کو اللہ نے بھیجا ہے، ملا کو اللہ نے بٹھایا ہے اس کام کے لیے، ہزار کوششیں کر لو تم مٹانے کی جلانے کی، قتل کرنے کی، مارنے کی......لیکن اللہ کا دین سلامت رہے گا، اللہ کے دین کے علمبردار سلامت رہیں گے، ایک کو مارو گے دوسرا کھڑا ہوگا، دوسرے کو مارو گے تیسرا اٹھ کھڑا ہوگا، یہ کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں ان شاء اللہ!۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس دین کے محافظ ہیں۔

باجوڑ کے واقعے پر دل انتہائی افسردہ ہے:

میرے بھائیو!......دل اس واقعے پر صدمے سے چور اور اس واقعے پر انتہائی افسردہ ہے، لیکن یہ چند باتیں میں نے اس لیے عرض کیں کہ آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ کیا اس کے حق میں بہتر ہے اور کیا اس کے حق میں نقصان دہ ہے، یہ کون ہے یہ جانتے ہیں، جو ہمارے دشمن ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس مسلمان قوم کو اگر یہ کہہ کر بلایا جائے گا کہ تم اسلام چھوڑ دو تو یہ اس طرح نہیں آئے گی، اس کو اسلام ہی کے نام پر بہکاؤ اس کو یہ کہو کہ ملک میں چونکہ اسلامی نظام نہیں ہے لہٰذا ہاتھ میں ہتھیار اٹھا کر ایک ایسی جنگ شروع کرو جس کو کہتے ہیں چھاپا مار جنگ، تو کبھی کسی کو مارو، کبھی کسی کو مارو، کبھی کہیں چھاپا مارو، کبھی کہیں چھاپا مارو، تاکہ یہ بعد میں......آخر میں گھٹنے ٹیک دیں۔ یہ سکھایا ہے اس لیے تاکہ اسلام کا نام تو ختم کرنے کی ان کے اندر طاقت نہیں ہے اور نہ مسلمان کو ختم کرنے کی طاقت ہے۔لیکن اسلام کو اور مسلمانوں کو اسلام ہی کے نام سے ان کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔اس سلسلے میں ایک تو ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے دوسرا یہ کہ ان ملاؤں کی، ملا ایک بہت بڑا لقب ہوتا تھا کسی زمانے میں یعنی ملا جو ہے وہ عظمت کا

ایک پیکر ہوتا تھا، جتنے ہمارے سلف میں ملا کے نام سے جیسے ملاعلی قاری، ملا فلاں، بڑے عظیم لقب ہوتا تھا اس کو انہوں نے بدنام کیا اور بدنام کر کے ملا کا مطلب یہ دماغوں میں بٹھا دیا کہ یہ وہ شخص ہے جسے کچھ نہیں آتا سوائے اذان دینے کے اور اگر اذان دینے بھی آتا ہو تو یاد رکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت میں سب سے زیادہ اونچی گردنیں اذان دینے والوں کی ہوں گی لیکن اس ملا کے لفظ کو بدنام کر دیا ہے۔ اور بدنام کر کے ایسا بدنام ہو گیا جو واقعی ملا ہے وہ بھی اپنے ساتھ ملا لکھنے کو شرماتا ہے۔ کوئی مجھے ملا تقی کیوں نہیں کہتا؟ مولانا کہتا ہے۔ اگر مجھے کوئی ملا کہے تو میں تو اس کو اپنے لیے سر کا تاج سمجھوں، لیکن ملا کے لفظ کو بدنام کر دیا ہے۔ بدنام یہ کر دیا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اور کچھ نہیں آتا، العیاذ باللہ!، تو بہر حال بدنام ایسا کر دیا ہے اور اقبال نے کہا تھا افغانستان کے بارے میں انگریز کی زبان سے کہا تھا کہ انگریز یہ کہتا ہے:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کوہِ دمن سے نکال دو

افغانی جو کھڑے ہوئے ہیں ہمارے مقابلے کے اوپر تو ان کی غیرت کا علاج ایک ہی ہے کہ ملا ختم کر دو افغانستان سے، جب تک یہ ملا بیٹھا ہے ہماری سازشیں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آج ہمارے پاکستان کا بھی یہی حال ہے، یہاں جو غیر مسلم طاقتیں ہیں وہ یہ کہہ رہی ہیں کہ ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو۔ اس کو نکالنے کے لیے جو حربہ چاہو آزمالو، مارنا ہو تو مار دو، ختم کر دو اور اگر ان کو بدنام کرنا ہو تو ان کو بدنام کر دو، ان کو ایسا رُسوا کر دو کہ یہ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ یہ سازش ہمارے ہاں ہے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ خدا کے لیے ہم اس حقیقت کو سمجھیں، تو اس ملک میں اگر دین کا کوئی ذرّہ باقی ہے تو وہ ان ملاؤں کی وجہ سے ہے جو مدرسے میں پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں لیکن یہ حادثات ہو رہے ہیں یہ ایک آزمائش ہے۔ اور قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْئٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَات

ہم تمہیں آزمائیں گے، کبھی تمہارے اوپر خوف مسلط ہو جائے گا کبھی بھوک مسلط ہو جائے گی، اور کبھی تمہارے چہیتے تمہارے محبوب لوگ وہ فوت ہو جائیں گے لیکن مصیبت جب بھی آئے تو اللہ سے رجوع کرو **انا للہ وانا الیہ راجعون** کہہ دو۔ آج ہم سب مل کر بھی اللہ سے ان شہداء کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کریں اور ان کے خاندانوں کی اللہ تعالیٰ سے دستگیری کی دعا کریں اور ان کے جو لوگ زخمی ہیں ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے دعا کریں اور ساتھ میں یہ دعا بھی کریں کہ یا اللہ ان دشمنان اسلام کے منصوبوں کو تہس نہس فرما دیجیے، ان کو تباہ و برباد فرما دیجیے، اور ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اللہ کی رحمت سے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!۔ (ضبط و ترتیب: حافظ)

قتل ناحق اور علماء وطلبہ کا قتل سب سے بڑا جرم ہے

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ونبینا وشفیعنامحمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

قال اللّٰہ تبارک وتعالی...... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى، الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ o وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ o (البقرۃ)

وقال تعالیٰ......وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا o (النساء)

وقال تعالیٰ......مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا o (المائدہ)

صدق اللہ وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک لمن الشاہدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین......امابعد!

بزرگانِ محترم! معزز حاضرین برادرانِ اسلام طلبہ عزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ!

ہمارے معاشرے میں بلکہ پوری دنیا میں جرائم اور گناہ کم ہونے کی بجائے بڑھتے جارہے ہیں کمی کی بجائے اُن جرائم اور گناہوں میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، ویسے تو وقت کے ساتھ ساتھ ہر گناہ بڑھتا جارہا ہے، ہر برائی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ جرائم کی شرح کم ہونے کی بجائے زیادہ ہورہی ہے مگر کچھ ایسے جرائم بھی ہیں جن میں اضافے کا تناسب دوسرے جرائم کے مقابلے میں بہت بڑھ گیا ہے، اُن گناہوں اور جرموں میں سب سے بڑا جرم اور گناہ قتلِ ناحق ہے۔

یہ سلسلہ رکنے کی بجائے دن بدن بڑھتا جارہا ہے قتل کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے معمولی معمولی بات پر قتل کردینا، جان سے ماردینا کھیل اور مذاق بن گیا ہے۔ کچھ عرصہ سے اجتماعی قتل، بم دھماکے، خودکش حملے، جلسوں میں، اجتماعات میں، کانفرنسوں میں بم دھماکے، خودکش حملے بہت زیادہ بڑھتے جارہے ہیں۔

پاکستان میں بم دھماکے روز کا معمول بنتے جارہے ہیں:

اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ہمارا پنجاب اور ہمارا یہ علاقہ کافی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے اور پاکستان کے دوسرے بعض صوبے جن کے بعض علاقوں میں روزانہ بالخصوص خیبر پختونخواہ، بلوچستان میں ملک کے مختلف علاقوں میں بم دھماکے خودکش حملے روز کا معمول بنتے جارہے ہیں۔ نشانہ بننے والوں میں عام شہری بھی ہیں، ہماری افواج بھی ہے پولیس اور رینجرز کے لوگ بھی ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد بھی ہیں اور ایک بڑی تعداد علماء کی، طلبہ کی، نیک لوگوں کی دینی کارکنوں جماعتوں سے وابستہ افراد کی بھی ہے جن کو مسلسل شہید کیا جارہا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ایک آدمی اگر قتل ہوتا ہے تو پورا خاندان قتل ہوتا ہے۔ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی بیوہ ہوگئی اس کا سہارا ختم ہوگیا، اگر اس قتل ہونے والے کے بچے ہیں تو وہ بچے یتیم اور لاوارث ہوگئے۔ اگر اس کے بوڑھے ماں باپ ہیں تو وہ بوڑھے ماں باپ اپنے سہارے اور جوان بیٹوں سے محروم ہوگئے۔ اگر اُس کی بہنیں ہیں تو وہ اپنے بھائی سے محروم ہوگئیں اور اگر کسی عورت کو قتل کردیا تو اس کا خاوند، اس کے ماں باپ، اُس کے بچے، اُس کے بھائی سب اس سے محروم ہوگئے۔ پھر جو باقی بچ گئے ان بیچاروں کی زندگی تھانے اور کچہریوں میں پولیس اور تفتیشی کو رشوت دینے میں گزرتی ہے، ججوں کو پیسے دینے میں گزرتی ہے، انصاف لینے کے لیے دَردَر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور بھیک مانگتے ہیں انصاف کی تاکہ ہمارا جگر ٹھنڈا ہو اور ہمارے مقتول کا قاتل پھانسی چڑھے۔ بیچارے پاؤں رگڑ رگڑ کے مرجاتے ہیں مگر اُن کو انصاف نہیں ملتا۔ اپنی جمع پونجی اُن مقدموں پر لگادیتے ہیں۔

باجوڑ دھماکے میں درجنوں خواتین بیوہ اور بچے یتیم ہوئے:

آج ہمارے معاشرے میں ہماری سوسائٹی میں یہ باتیں عام ہیں اور یہ روزمرہ کے واقعات بن گئے ہیں۔ ابھی اسی ہفتے میں سوات کے قریب مالاکنڈ ڈویژن کے علاقے باجوڑ میں جمعیت علماء اسلام کا ایک اجتماع ہورہا تھا تو وہاں پر خودکش حملہ ہوا یا بم دھماکہ ہوا، دو دن پہلے کی اطلاع تک ۶۳ افراد شہید ہوچکے ہیں، ساٹھ سے زیادہ لوگ جن میں اکثریت علماء کی، مدرسہ کے طلبہ کی ہے۔ جو شہید ہوئے ان میں کئی معصوم بچے بھی ہیں۔ کتنے خاندان متاثر ہوگئے؟ کتنوں کے سہارے ختم ہوگئے؟ کتنے یتیم اور لاوارث ہوگئے؟ اور کتنی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور کتنے خاندان اپنے پیاروں سے محروم ہوگئے؟......اور قتل کرنے والے اس قتل کو جائز سمجھتے ہیں، ثواب اور عبادت سمجھتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک! یہ آج ہمارے ملک کا حال ہے۔

قاتل سے قصاص لینے میں ہی انسانیت کی زندگی ہے:

اللہ کرے کسی کے دل میں بات اُتر جائے، ہمارا کام تو اپنا پیغام پہنچانا ہے اور قرآن وسنت کو بیان کرنا ہے۔ سن کر

کوئی اپنی زندگی بدلے اور باز آجائے اور عمل کرنے لگ جائے؛ یہ ہمارے اختیار میں نہیں اللہ کے اختیار میں ہے ہمارا کام تو پہنچا دینا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر میری آج کی گفتگو کا عنوان ہے **"قتل ناحق قتلِ ناجائز!"**۔

قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن کریم کی تین جگہوں سے میں نے مختلف آیتیں پڑھی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ بقرہ اور دوسرے پارے کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ......اے ایمان والو! ......تم پر قتل کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ناحق قتل کرے کسی بے گناہ کو مارے تو اُس کے بدلے میں اُسی قاتل کو مارا جائے اس قاتل سے بدلہ لیا جائے اُس سے قصاص لیا جائے۔ جس طرح اس نے جان ختم کی ہے اسی طرح اس کی جان بھی ختم کی جائے اور آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا اُولِي الْاَلْبَابِ...... اگر تم قاتل سے بدلہ لو گے اور قصاصاً قاتل کو پھانسی لگاؤ گے تو عقل والو اس بدلہ لینے میں قاتل کو پھانسی لگانے میں بظاہر ایک اور آدمی کی جان جا رہی ہے مگر سینکڑوں ہزاروں لوگوں کی زندگیاں بچ جائیں گی۔

قصاص میں عدل ہونا چاہیے، امیر وغریب کا فرق نہیں کرنا چاہیے:

میں نے آیت کے درمیان کی چیزیں نہیں بیان کیں، کیونکہ مقصود ان کو بیان کرنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قاتل کی دنیا میں جو سزا ہے اُس کو بیان کیا ہے، دنیا میں اگر کوئی ناحق مارتا ہے قتل کرتا ہے خواہ قاتل بڑا آدمی ہو یا چھوٹا آدمی ہو اُس کا تعلق کسی سے بھی ہو تمام کی سزا ایک ہے کہ اُس کو بدلہ میں قتل کیا جائے یہ نہیں ہے کہ قاتل اگر مال دار ہے اور جس کو قتل کیا وہ غریب ہے اس لیے اس کو چھوڑ دو پیسے لے لو، نہیں! ......فرمایا اس کو قتل کروا گر وہ افسر ہے، بڑا آدمی ہے، خاندانی اعتبار سے بڑا ہے، منصب کے اعتبار سے بڑا ہے؛ جب کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ اس نے اگر چھوٹے انسان کو بھی مارا ہے تو وہ بھی انسان ہے یہ بھی انسان ہے، جس طرح اس کی جان ہے اسی طرح اس کی بھی جان ہے، اس کو بدلے میں مارو اور جب تم اس کو مارو گے اور قاتل کو تختہ دار پر لٹکاؤ گے تو پھر جہاں مقتول کے خاندان اور وارثوں کا دل ٹھنڈا ہوگا وہ خود انتقام نہیں لیں گے، وہ جوابی کارروائی میں ان کے لوگوں کو نہیں ماریں گے۔ اس لیے جب ان کو انصاف مل جائے گا اُن کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو ان کے ہاتھوں جو لوگ مر سکتے تھے وہ بچ جائیں گے۔ وہ جب دیکھیں گے قاتل کو کہ اس کا سر قلم کیا جا رہا ہے، اس کو معافی نہیں ملی، رشوت اور سفارش سے وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آیندہ کسی کے قتل کا کوئی ارادہ کرے گا تو وہ باز آجائے گا، چنانچہ دنیا کے جن ملکوں میں اسلام کا یہ حکم نافذ ہے اور قاتل سے قصاص لیا جاتا ہے وہاں قتل کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں۔

قصاص لینے میں دوسرے مجرموں کو عبرت ہوتی ہے:

سعودی عرب زندہ مثال ہے۔ سعودیہ میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہے چاہے وہ شہزادہ ہی کیوں نہ ہو وہ شاہی خاندان کا فرد ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کو جواباً قصاصاً سرِ عام بٹھا کر تلوار سے اُس کے سر کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ دیکھنے والے کو عبرت ہو جاتی ہے، پوری زندگی، وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کسی کو وہ ماریں۔ وہاں پر قتل کے واقعات کم ہوتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟...... قاتل کو پتہ ہے کہ میں بچوں گا نہیں...... اور ہمارے ملک میں کیا ہے؟ قتل کھیل بن گیا ہے، کئی کئی لوگ مار دیتے ہیں، کیوں کہ ہم بڑے لوگ ہیں، ہمارے پاس پیسہ ہے ہم تھانے میں پرچہ ہی درج نہیں ہونے دیں گے۔ پہلے تو موقع پر تھانے کو خرید لیں گے اور پہلے تھانے سے ساز باز کر لیں گے، اگر وہاں کوئی دیانتدار افسر ہوا اور اُس نے کوئی رشوت وغیرہ نہیں لی، کسی دباؤ اور سفارش میں نہ آیا تو کوئی بات نہیں آگے تفتیشی افسر کو خرید لیں گے، وہ بھی نہ کر سکے تو آگے جج موجود ہیں جج کی قیمت لگا دیں گے، اُس جج کو خرید لیں گے۔ انصاف نہیں ملتا قاتل اپنے انجام کو نہیں پہنچتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ قتل کی سزا کا ڈر دلوں سے نکل گیا ہے اور اس کی وجہ سے روزانہ قتل ہو رہے ہیں، معمولی جھگڑے پر لوگ قتل کر دیتے ہیں اس پاکستان میں تو صدر اور وزیراعظم کے قاتل پھانسی پر نہیں لگے تو عام آدمی کا قاتل تختہ دار پر کیسے لٹکے گا۔

عدالتیں، تھانے اور کچہریاں اس لیے ہیں کہ عام آدمی کو انصاف ملے:

ضیاء الحق کے قاتلوں کو سزا ملی؟ لیاقت علی خان کے قاتلوں کو سزا ملی؟ باقی کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ کتنے علماء شہید ہوئے کتنے قاتلوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا؟ تو جب لوگ یہ ناانصافی دیکھیں گے تو قتل پر جری ہو جائیں گے، وہ قتل سے نہیں رُکیں گے۔ اللہ نے فرمایا اور اللہ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا کہ اگر تم قاتل کو مارو گے اور جواباً اس کو قتل کرو گے تو زندگیاں بچ جائیں گی۔ دنیا میں قاتل کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے، لیکن یہ عدالت اور حکومت اور ریاست کا کام ہے، میرا کام نہیں ہے، ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم خود قتل کریں۔ اُس سے تو پھر خانہ جنگی شروع ہو جائے گی، یہ عدالت کا کام ہے اور عدالتیں کس لیے ہوتی ہیں؟، ریاست کس لیے ہوتی ہے؟ تھانے اور کچہریاں اور یہ تفتیشی ادارے کس لیے ہوتے ہیں؟...... تاکہ لوگوں کو انصاف مل سکے، اگر کوئی سفارش کی بنیاد پر رشوت کی بنیاد پر قاتل کو بچا رہا ہے تو دنیا میں بچ جائے گا مگر اللہ کی عدالت میں آخرت میں نہیں بچ سکتا۔

قاتل کی اخروی سزا:

قاتل کی آخرت میں سزا کیا ہوگی۔ جہان دو ہیں دنیا اور آخرت۔ دنیا میں فرمایا کہ اس سے قصاص لو پھانسی پر

لٹکاؤ اور آخرت میں کیا ہوگا؟ یہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسری جگہ پر سورۃ نساء میں فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیمًا .

جان بوجھ کر بے گناہ کو مارنے والے کے لیے دنیا میں سزا یہ ہے کہ اس کو بھی قتل کیا جائے، قاتل کو بھی پھانسی پر لٹکایا جائے اور آخرت میں اس قاتل کو کیا سزا ملے گی اللہ نے فرمایا جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اِس قاتل کی سزا یہ ہے کہ یہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔ پھر ذرا غور کریں کتنے سخت الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قرآن کریم میں کسی جرم پر اللہ نے اتنے سخت الفاظ اور سخت سزاؤں کا ذکر نہیں کیا جتنا اللہ نے ناجائز قتل پر کیا ہے، قتل بے گناہ پر کیا ہے فرمایا: جہنم میں جائے گا۔ آگے فرمایا خَالِداً دو چار دن کے لیے نہیں جائے گا بلکہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ اس قاتل پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اس سے بڑا غضب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ڈال دیا۔ جنت اللہ کی رضا کی جگہ ہے اور جہنم اللہ کی ناراضگی اور غضب کی جگہ ہے۔ جنت مظہر رضائے خداوندی ہے اور جہنم مظہرِ غضب خداوندی ہے۔ اللہ کا غصہ جہنم ہے اور اللہ کی رحمت اور رضا جنت ہے جس سے اللہ راضی ہوگا جنت میں بھیج دے گا۔ جس سے ناراض ہوگا جہنم میں بھیج دے گا۔ فرمایا جہنم میں جائے گا اور یہ قاتل ہمیشہ اس جہنم میں رہے گا، دو چار دن کے لیے نہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گناہ زیادہ گرم ہے۔ دنیا کی آگ میں آپ ایک لمحے کے لیے انگلی نہیں ڈال سکتے اور وہ آگ ستر گناہ اس سے زیادہ تیز ہے۔

اللہ کا غضب ہوگا، اتنا نہیں فرمایا بلکہ فرمایا وَلَعَنَهٗ کہ اس پر اللہ کی لعنت برسے گی، اللہ کی لعنت اس پر ہوگی اور آگے فرمایا وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیمًا اللہ نے اس کے لیے اور بھی بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے اور بتایا ہے کہ عذاب کیا ہوگا جو اس قاتل کو آخرت میں ہوگا؟ وہاں نہ رشوت چلے گی، نہ سفارش چلے گی، نہ بڑا مرتبہ کام آئے گا وہاں تو سب قاتلوں کو جہنم میں اللہ کے غضب اور اللہ کی لعنت اور عذاب عظیم کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ قرآن ہے جو آپ کو میں سنا رہا ہوں۔ جس قتل کو لوگ کھیل سمجھتے ہیں روزانہ پتا نہیں کتنے قتل ہوتے ہیں اور آج صبح سے پتا نہیں کتنے قتل ہو چکے ہوں گے۔ بعض لوگ بچوں کی لڑائی میں ایک ایک خاندان کے کئی کئی لوگ مار دیتے ہیں۔ بچے آپس میں لڑ پڑے، بڑے اتنے جذباتی ہوگئے کہ بجائے صلح کرانے کے وہ آ کر کہتے ہیں کہ میرے بچے کو کیوں مارا؟...... پھر گولی مار دیتے ہیں۔ ایسے واقعات ہوئے ہیں ہمارے جاننے والوں میں بھی ہیں کہ پہلے ایک بھائی کو مارا پھر دوسرے بھائی کو مارا۔ جو کسی کو مار رہا ہے دیکھنے میں تو دوسرے کی جان لے رہا ہے درحقیقت اپنے آپ کو قتل کر رہا ہے، اپنے آپ کو جہنمی بنا رہا ہے اور لعنتی بنا رہا ہے اللہ کے غضب کا حق دار بنا رہا ہے۔ اتنا بڑا گناہ ہے

قتل کسی کو کرنا کسی بے گناہ کو مار دینا، اور میں بار بار کہہ رہا ہوں اس لیے کہ اگر قصور وار بھی ہے تب بھی آپ کو اختیار نہیں ہے، آپ اُس کے خلاف مقدمہ کریں عدالت سے سزا دلوائیں، اگر کسی نے زیادتی کی ہے تو آپ کا مارنا جائز نہیں ہے۔

بے گناہ انسان کو مارنا پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے:

اور ایک آیت سورہ مائدہ میں اللہ نے فرمایا:...... **مَن قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٍ فِي الۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحۡيَا النَّاسَ جَمِيعًا**...... فرمایا ایک بے گناہ انسان کو مارنا پوری دنیا کے انسانوں کو مارنا ہے۔ آپ نے ایک انسان کی جان نہیں لی آپ نے دنیا کے اربوں کھربوں انسانوں کی جان لی ہے۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے اللہ کی نظر میں قرآن میں قتل کتنا بڑا جرم ہے۔ مارا آپ نے ایک انسان ہے مگر اللہ فرماتے ہیں تم نے ایک کو نہیں مارا پوری دنیا کے انسانوں کو مار دیا، دنیا کا امن برباد کر دیا۔

مسلمان کی جان کعبۃ اللہ سے بھی بڑھ کر حرمت والی ہے:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف خانہ کعبہ کی طرف دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں خانہ کعبہ! تو بڑی عزت والا ہے، تو بڑی عظمت والا ہے، تو بڑی حرمت والا ہے، تو ہماری عبادتوں کا مرکز ہے، ہم نمازوں میں تیری طرف رخ کرتے ہیں، جہاں بھی ہوں تو ہماری عبادت کا قبلہ ہے، تیرا بڑا مقام و مرتبہ ہے مگر بیت اللہ تجھ سے بھی بڑا مقام و مرتبہ ایک کلمہ والے کی جان اور عزت کا ہے۔ ایک مسلمان اور انسان کی جان عزت بیت اللہ کی عزت سے زیادہ ہے مسلمان کی جان اور اس کا خون بیت اللہ سے زیادہ حرمت اور عزت والا ہے اور ہم قبلہ کی طرف پاؤں بھی نہیں کرتے کہ بے ادبی ہو جائے گی اور وہ انسان جو بیت اللہ سے زیادہ عظمت والا ہے اس کو گولیاں مار دیتے ہیں اس کو خنجر اور چُھریوں کے وار سے ختم کر دیتے ہیں، حالانکہ بیت اللہ سے زیادہ عزت اور عظمت انسان کی ہے، خانہ کعبہ کی طرف تو پاؤں بھی نہیں کرتے آپ بیٹھے ہوئے تھک جائیں گے دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف ٹانگیں کریں گے قبلہ کی طرف ٹانگیں نہیں کریں گے، کیونکہ آپ کے دل میں بیت اللہ کی عزت اور عظمت ہے، مومن کی جان تو اس سے زیادہ قیمتی ہے، وہ تو اس سے زیادہ عزت والا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مذاق کے اندر کسی مسلمان بھائی کی طرف کلاشنکوف اور بندوق کا اشارہ نہ کرو۔ یوں نہ کہو کہ میں چُھرا مار دوں گا۔ ارادہ نہیں ہے ویسے ہی مذاق میں کہے، فرمایا یہ بھی ناجائز ہے، گناہ اور حرام ہے، جو اسلام ہاتھ سے اشارہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا؛ وہ مارنے کی اجازت کہاں دے گا؟!۔ اور خود کش حملے اور بم دھماکے اسلام اور دین کے نام پر یہ کہاں کا اسلام اور دین ہے بے گناہ لوگوں کو مارنا چھوٹے چھوٹے بچے قرآن کے

طالب علم دین پڑھانے والے علماء کتنے علماء ہیں جن کو شہید کیا گیا۔ ہمارے وفاق کے نائب صدر مولانا حسن جانؒ بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، رمضان میں روزے کی حالت میں تھے، ظالموں نے ان کو شہید کردیا، جن کے چہرے کو دیکھو تو اللہ یاد آجاتا تھا اتنے نیک تھے؛ اور یہ سب کچھ اسلام اور دین کے نام پر ہو رہا ہے، یہ دین نہیں ہے یہ اسلام نہیں، کتنا بڑا گناہ ہے قتل کرنا، میں نے آپ کو قرآن کی آیات سے بتایا اب ذرا چند احادیث بھی سن لو:

قتل ناحق سے نیک اعمال کی توفیق چھن جاتی ہے:

حضور علیہ السلام نے کیا فرمایا؟...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نقل کرتے ہیں، بخاری شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمان ایک عمل کرتا رہتا ہے، نماز پڑھتا رہتا ہے قرآن پڑھتا رہتا ہے درود پاک پڑھتا رہتا ہے صدقہ خیرات کرتا رہتا ہے اللہ اس کو توفیق دیتا رہتا ہے وہ بڑی تیزی کے ساتھ یہ نیک اعمال کرتا رہتا ہے لیکن جب وہ ناحق قتل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی توفیق چھین لیتا ہے۔ پھر وہ نماز پڑھنا بھی چاہے وہ نہیں پڑھ سکتا اللہ توفیق بھی نہیں دیتا اس کو۔

اللہ کے نزدیک مسلمان کے قتل کا بوجھ:

دوسری حدیث میں فرمایا حضرت عبداللہ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں فرمایا اللہ پوری دنیا کائنات کو ختم کردے یہ اللہ پر بھاری نہیں ہے جتنا کہ اللہ پر بھاری ایک مسلمان کا ناحق قتل ہے۔

یہ میں نہیں کہہ رہا یہ کائنات کے سردار فرمارہے ہیں رحمتِ عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں فرمایا کہ پوری دنیا کا خاتمہ اللہ کے لیے بھاری نہیں ہے جتنا کہ اللہ کے لیے بھاری ایک مسلمان کا ناجائز قتل ہے۔

ایک انسان کے قتل میں شریک تمام قاتلوں کی بھیانک سزا:

تیسری حدیث سنو، حضرت ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر زمین و آسمان اور یہ تمام مخلوقات آسمان کے فرشتے زمین پر رہنے والے انسان تمام انسان اور مخلوقات زمین و آسمان کے مل کر ایک آدمی کو ناجائز قتل کریں اللہ تعالیٰ ان تمام زمین و آسمان والوں کو منہ کے بل جہنم میں داخل کردیں گے۔''

ایک ہی قتل کے بدلے میں ایک آدمی کا قتل اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر ان سب نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو اللہ ان سب کو ایک قتل کے بدلے جہنم کی آگ میں اوندھے منہ ڈال دیں گے۔

قتل ناحق پر رحمت الٰہی کا واپس ہوجانا:

ایک اور حدیث سنیے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن اللہ کی رحمت میں رہتا ہے مسلسل اللہ کی رحمت اس پر آتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ کرتا رہتا ہے کب تک جب تک وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتا۔

جب وہ کسی بے گناہ کو مارتا ہے تو اللہ اپنی رحمت واپس لے لیتے ہیں اللہ کی نظرِ رحمت نظرِ غضب سے بدل جاتی ہے، پھر اُس پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی بلکہ اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم نے کسی کے قتل میں اشارے سے بھی مدد کی ہو۔گویا اس نے مشورہ مانگا کہ فلانا بڑا غلط آدمی ہے ماردوں ہمارا دشمن ہے آپ نے اتنا کہہ دیا کہ دیر کیا ہے۔آپ نے اتنا کہہ کہ ہاں وہ اسی قابل ہے۔معمولی جملے کے ساتھ آپ نے اُس کی تائید کردی فرمایا کہ جیسے اللہ اس قاتل کو جہنم میں ڈالے گا تم بھی برابر کے مجرم ہو دُنیا میں اس سے قصاص تم سے بھی قصاص اس کو قتل تم کو بھی قتل کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی اور تمہیں بھی جہنم میں ڈالے گا آدھے کلمے کے ساتھ بھی اگر کسی نے کسی قاتل کی حمایت اور مدد کی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں ایک قتل ہوگیا ایک آدمی کو دھوکے سے پانچ یا سات لوگوں نے مارا تھا حضرت عمر بن خطابؓ نے اس ایک جان کے بدلے میں پانچوں قاتلوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔سات تھے تو سات کو قتل کر دیا۔اور پھر فرمایا جو پانچ یا سات آدمیوں نے مل کر انہوں نے دھوکے سے ایک آدمی کو مارا تھا اگر صنعاء (یمن کا شہر ہے آج بھی اسی نام سے مشہور ہے دارالحکومت یمن کا) اُس زمانے میں بھی شہر تھا اُس کی آبادی بھی زیادہ تھی جیسے آج ہمارے پاکستان میں کراچی کی آبادی بہت زیادہ ہے اُس وقت میں اُس کی آبادی بہت زیادہ تھی اس لیے اس کی مثال دی) فرمایا یہ جو پانچ یا سات لوگ تھے اگر صنعاء شہر کے تمام لوگوں نے مل کر اس ایک کو قتل کیا ہوتا تو عمر بن خطاب بدلے میں صنعاء شہر کے تمام لوگوں کو قتل کر دیتا۔یہ ہے ایک آدمی کی جان کی قیمت جس کو آج ہم لوگوں نے مذاق بنالیا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتے۔

حقوق اللہ میں سب سے بڑا ناقابل معافی گناہ شرک ہے:

بات جو کہنے لگا ہوں توجہ سے سنو اور دل پر لکھو۔حقوق اللہ میں اللہ کے حقوق میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے، ہر گناہ اللہ معاف کردے گا لیکن شرک معاف نہیں کرے گا۔ہر ایک کی بخشش ہوجائے گی مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ...... فرمایا میں سب کو معاف کردوں گا مشرک کو معاف نہیں کروں گا۔سب سے بڑا گناہ شرک ہے، جو شرک کرے گا......اللہ کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ پیدا میں نے کیا، آنکھیں میں نے دیں، وجود میں نے دیا، سجدے جاکے قبروں پر کرے، نفع نقصان کا مالک پیر کو سمجھتا ہے، اولاد اور بیٹے مجھ سے مانگنے کی بجائے قبر والے سے مانگتا ہے، غیر اللہ سے مانگتا ہے، نذر و نیاز میرے نام کی بجائے پیروں اور غیروں کے نام پر دیتا ہے۔پیدا میں نے کیا جانور مخلوق کے نام پر ذبح کر رہا ہے، پیر

کے نام پر ذبح کرر ہاہے اوروں کے نام پر کرر ہاہے اللہ کی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ پیدا میں نے کیا ہو اور جانور ذبح میرے علاوہ مخلوق کے نام پر کرے۔ یہ چہرہ میں نے دیا جُھکے قبروں پر پیروں کے آگے غیر اللہ کے آگے، یہ اللہ کی غیرت گوارہ نہیں کرتی۔سب سے بڑا گناہ حقوق اللہ میں شرک ہے۔

یادرکھو!......شرک نہ اللہ کی ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ذات میں یعنی جیسے اللہ کو معبود مانے ایسے کسی اور کو معبود مانے اور جو اللہ کے لیے صفات ہیں کسی اور کے لیے مانے اور اللہ جو کام کرتا ہے وہ کسی اور کی طرف منسوب کرے یہ شرک ہے۔ میں اختصار کے ساتھ بات سمجھاتا ہوں تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں، حضور علیہ السلام نے ایک صحابیؓ سے پوچھا ہاں بھائی تمہارا کام ہوگیا؟ تم نے اپنا کام بتایا تھا وہ کام ہوگیا؟ یہ حضور علیہ السلام نے پوچھا صحابی سے حضور علیہ السلام نے پوچھا ہاں بھائی بتاؤ وہ تم کہہ رہے تھے کہ میرا ایک کام ہے وہ کام ہوگیا۔ جواب میں صحابیؓ کہتا ہے یارسول اللہ میرا کام ہوجائے گا ان شاء اللہ، دوسری روایت میں ہے ان شاء اللہ وشاء محمد۔ اگر اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا میرا کام ہوجائے گا۔حضور فرماتے ہیں تو نے شرک کردیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا۔ تجھے صرف یہ کہنا چاہیے تھا میرا کام ہوجائے گا ان شاء اللہ وحدہ لاشریک لہ، اگر اللہ وحدہ لاشریک لہ نے چاہا۔تو نے چاہنے کے اندر مجھ محمد کو ملادیا یہ چاہنا بھی اللہ کا اختیار ہے، یہ ارادہ بھی اللہ کا اختیار ہے، یہ چاہنا بھی اللہ کی صفت ہے اور صفت میں تو نے مجھے اللہ کا شریک کردیا، یہ کیوں کہا اللہ نے جو چاہا محمد نے جو چاہا ہوجائے گا۔ یوں کہو وہ اکیلے اللہ نے جو چاہا ہوجائے گا۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہوجائے گا تو یہ کہے وہ چاہنے میں بھی اکیلا ہے، اُس کے چاہنے میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، یہ چاہنا مشیت اور ارادہ یہ اللہ کی خصوصیت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

اب بتاؤ اُس صحابیؓ کو حضور نے سمجھایا کہ تم نے یہ کہا تھا تجھے میں نے اور اللہ نے پیدا کیا ہے یہ نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر اللہ چاہے گا اور آپ چاہیں گے۔حضور نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ آپ چاہیں گے یہ بھی شرک ہے۔ کیونکہ چاہنا اللہ کی صفت ہے اور صفت میں تو نے شریک کردیا۔لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا مجھے بیٹا مل جائے گا میں تندرست ہوجاؤں گا۔ میں امتحان میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ میں فلاں کام کرلوں گا۔اگر تم نے اللہ اور رسول کو ملا کر کہا تو یہ شرک ہے یہ ناجائز ہے، گناہ ہے،اور یہاں لوگ کہتے ہیں جو اللہ نے چاہا میرے پیر نے چاہا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں برداشت نہیں کیا پیر کے بارے میں کہاں برداشت ہوگا؟!۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ اور رسول کا حکم ہے تو وہ بات ٹھیک ہے،نماز پڑھتا ہوں اللہ اور رسول کا حکم ہے، روزہ رکھتا ہوں اللہ اور رسول کا حکم ہے، سچ بولتا ہوں اللہ اور رسول کا حکم ہے، یہ ٹھیک ہے کیونکہ یہ اللہ نے حکم دیا۔ میں نے بتایا یہ حکم کے بارے میں میں اللہ کا فرمانبردار ہوں،حضور کا فرمانبردار ہوں یہ شرک نہیں ہے، جب یہ کہا کہ اگر اللہ نے چاہا حضور نے چاہا میرا

بیٹا ہو جائے گا، یہاں پر منع ہے اللہ چاہے گا تو ہوگا اللہ نہیں چاہے گا تو نہیں ہوگا۔ یہاں صرف اللہ کے چاہنے کی بات ہے، دین کو سمجھا کرو دین اپنی مرضی کا نہیں ہے، جو چاہا بنالیا۔

حقوق العباد میں سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے:

میرے دوستو حقوق اللہ میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور حقوق العباد میں سب سے بڑا گناہ قتل ہے شرک کی معافی بھی نہیں اور قتل بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو معاف کر دے گا ورنہ قتل بھی اللہ معاف نہیں کرے گا۔ حقوق العباد میں جو قیامت کے دن مقدمہ دائر ہوگا اور سوال اور حساب و کتاب ہوگا وہ قتل کے بارے میں ہوگا۔ حقوق اللہ میں توحید کی پوچھ ہوگی اس کے بعد نماز کا پوچھا جائے گا لیکن حقوق العباد میں سب سے پہلے یہ پوچھا جائے گا کہ کسی کو قتل تو نہیں کیا۔ یہ قتل ناحق اتنا بڑا گناہ ہے یہ اتنا بڑا جرم ہے، یہ حقوق اللہ میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور حقوق العباد میں قتل سب سے بڑا گناہ ہے، اس لیے لوگوں کو بتاؤ سمجھاؤ اور اپنے بچوں کی تربیت کرو، اپنے جوانوں کو سمجھاؤ، محلے اور علاقے کے لوگوں کو سمجھاؤ، تم لوگوں کی جانوں کے محافظ بنو قاتل نہ بنو، ظالم نہ بنو۔

ہمارا عدل وانصاف کا نظام برباد ہو گیا ہے:

یہ جتنے بھی قتل ہو رہے ہیں یہ تمام اس لیے کہ آج یا تو دین کی اہمیت نہیں اور دوسرا بتایا تھا کہ پتا ہے کہ سزا نہیں ملے گی، ہمارا عدل وانصاف کا نظام برباد ہو گیا ہے، تباہ ہو گیا ہے، اس لیے آج کسی کی بھی جان محفوظ نہیں، ہر ایک خطرہ میں ہے اور جب قاتل کو پتا ہو کہ میں بچ نہیں پاؤں گا تو وہ کبھی قتل نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ باجوڑ سانحے کے شہداء کے درجات بلند فرمائے:

باقی باجوڑ کا جو سانحہ ہوا کیا یہ معمولی سانحہ ہے؟ میں نے بتایا کہ ساٹھ سے زیادہ لوگ شہید ہو گئے، کتنے خاندان متاثر ہوئے سینکڑوں ہزاروں لوگ بیچارے متاثر ہو گئے اور وہ جو بیچارے زخمی ہیں دیکھے نہیں جاتے کسی کی ٹانگ نہیں ہے کسی کا پاؤں نہیں ہے کسی کا ہاتھ نہیں ہے اور بعض ایسے بیچارے زخمی ہیں جو معذور ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو موت وحیات کی کشمکش میں ہیں ہم ایسے واقعات کی مذمت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خاندانوں کو اللہ حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے صبر کرنے کی اور اس صدمہ کو برداشت کرنے کی اور زخمیوں کو اللہ صحت دے اور قاتلوں اور دہشت گردوں کو اللہ کیفر کردار تک پہنچائے۔ یہ اسلام نہیں ہے یہ کفر ہے، یہ دین نہیں ہے، یہ ایمان نہیں ہے، یہ بے دینی ہے، یہ دشمن کے منصوبوں کو کامیاب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور قتلِ ناحق کی قباحت ہمارے دل و دماغ میں بٹھائے، ہم لوگوں کی جانوں کی پہرہ دار نہیں اور لوگوں کی جانوں کے خونخوار نہ بنیں، قاتل نہ بنیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ قرآن اور تفسیر کیسے پڑھائیں؟

بمطابق: وفاق المدارس العربیہ کے نصاب درجہ ثانیہ تا درجہ رابعہ

مولانا عمران عیسیٰ زید مجدہم

استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی

’’زیرِ نظر مضمون درحقیقت بندے کی طرف سے وفاق المدارس کے ’’تدریب المعلمین‘‘ کے کراچی میں منعقد ہونے والے اجتماع مورخہ ۱۳/اور ۱۴/ جون ۲۰۲۳ء میں پیش کردہ مقالہ یا بیان ہے۔ ماہنامہ ’’وفاق المدارس‘‘ کے محترم مدیر کا پیغام آیا کہ اجتماع کے بیانات کو ماہنامہ ’’وفاق‘‘ میں شائع کیا جانا ہے، اس پر ایک ساتھی کے ذریعہ اُس بیان کی ریکارڈنگ حاصل کی، پھر چوں کہ تقریر وتحریر کے اسلوب میں فرق لابدی امر ہے، اس لیے اس میں ضروری ترمیم کر کے اشاعت کے لیے پیش خدمت ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہ ربِّ العالمین، والصّلاۃُ والسّلامُ علی اَشرف الاَنبیاءِ والمرسلین، محمّدٍ وآلِہٖ وصَحْبِہٖ اَجمعین، اَمّا بعد:

قابلِ احترام اکابر اساتذہ کرام!...... آپ مختلف مدارس سے تشریف لائے ہیں، میں آپ کے سامنے بات کرنے کیلیے بیٹھا ضرور ہوں، لیکن مجھے آپ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، میں آپ کا ساتھی ہوں، آپ سے ادنیٰ ہوں، علم میں بھی، عمل میں بھی، لیکن بعض دفعہ چھوٹوں سے اُن کی تربیت کے لیے کام کرایا جاتا ہے اور بعض دفعہ چھوٹے بڑوں کو سبق سنایا کرتے ہیں، تاکہ غلطیوں کی اصلاح ہوجائے تو اس لیے میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ اور آپ حضرات درگزر بھی فرمادیں، وفاق المدارس کے تحت ’’**تدریب المعلمین**‘‘ کے اس اجتماع میں اس مجلس سے پہلے اور بعد میں بھی آپ کو اکابر کی بات سننا نصیب ہوگی، درمیان میں اس نشست پر گزارا کرلیں، لیکن اتنی بات ہے کہ کوئی اجتہادی بات یا کوئی اِبداع نہیں ہوگا، بلکہ جو بات بڑوں سے سنی ہے وہی آپ کی خدمت میں عرض کردی جائے گی اور اس میں بھی کوئی غلطی ہو تو آپ اصلاح فرماسکتے ہیں۔ سننِ ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’**تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ**‘‘، تم مجھ سے دین حاصل کررہے ہو، پڑھ رہے ہو، آئندہ زمانے میں تم سے سنا جائے گا، لوگ تم سے

استفادہ کریں گے، پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جنہوں نے تم سے استفادہ کیا ہوگا وہ لوگوں کو سنا رہے ہوں گے۔ تو یہ علم سینہ بسینہ، کـابراً عَن کابرٍ منتقل ہوتا ہے، اس لیے جو کتابوں میں پڑھا، جو اساتذہ سے سنا، وہ آپ کی خدمت میں کچھ باتیں عرض کردی جائیں گی۔

میرے ذمے جو موضوع ہے وہ ''ترجمۂ قرآن اور تفسیر'' ہے۔

ہمارے ہاں درسِ نظامی میں درجہ ثانیہ سے ترجمہ قرآن شروع ہوتا ہے، درجہ ثانیہ میں پارہ عَــمّ پڑھایا جاتا ہے، پھر درجہ ثالثہ، درجہ رابعہ اور درجہ خامسہ کے تین سالوں میں دس، دس پارے کر کے پورا قرآن پاک مکمل کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد درجہ سادسہ میں ''تفسیرِ جلالین'' ہے اور پھر درجہ سابعہ میں ہمارے یہاں ''تفسیرِ بیضاوی'' ہے، جس کا ''الـمّ'' کا ایک پاؤ پڑھا جاتا ہے، پڑھایا جاتا ہے۔

جو ترجمہ قرآن، درجہ ثانیہ سے درجہ ثالثہ تک، یا درجہ ثانیہ سے درجہ رابعہ تک ہے، اُس میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟ وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا، مگر پہلے کچھ تمہیدی باتیں عرض کرنی ہیں۔

ترجمۂ قرآن پڑھانے والا اپنی نیت کو صاف اور جذبہ کو تازہ کرے:

پہلی تمہیدی بات تو یہ ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ریاض الصالحین'' میں محدثین کی عادت کے مطابق اخلاص، یا ''إِنّـما الاَعْمالُ بالنِیَّات ''والی روایت سے کتاب کو شروع کیا ہے، اس پر عنوان یا ترجمۃ الباب انہوں نے یہ قائم کیا ہے: ''بـابُ الإخـلاص واستـحـضار النيّة فيه''یعنی عمل میں اخلاص پیدا کرنا اور جو عمل کر رہے ہیں اس عمل کرتے وقت اپنے آپ کو یاد دلانا میں کونسا عمل کر رہا ہوں، یہ وہ بات ہے جس کو ''احتساب'' کہا جاتا ہے، گویا عمل کرتے وقت اپنے آپ کو یاد دلانا کہ میں کونسا عمل کر رہا ہوں، اس لیے ''حیاۃُ الصحابہؓ'' میں مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے: ''لا اجرَ لمن لا حِسبة له''، اس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا جس کو نیکی کرتے وقت یہ یاد نہ ہو کہ میں کیا عمل کر رہا ہوں، ''احتساب'' یہ ہے کہ عمل کی اہمیت دل میں ہو، دل میں یہ بات نہ ہو کہ مہتمم صاحب نے مجھے ''ہدایۃُ النحو'' نہیں دی، ''عــمّ پارہ'' دے دیا، مجھے ''کنز الدقائق'' حوالہ نہیں ہوئی، جو فن کی کتاب کہلاتی ہے، ''شرح التہذیب'' حوالے نہیں ہوئی، یہ میری ناقدری ہوئی کہ مجھے ''ترجمہ قرآن'' پڑھانے کو ملا، تو یہ ناقدری نہیں ہے میرے دوستو! مجھے بہت بڑی سعادت ملی کہ مجھے قرآنِ پاک کا ترجمہ پڑھانا نصیب ہوا۔

طلباء ہمارے پاس نعمت بھی ہیں، امانت بھی ہیں، ان کی قدر کی جائے:

دوسری بات جو مجھے آپ سے عرض کرنی ہے، ویسے وہ بھی عمومی سی ہے، وہ یہ ہے کہ ابھی حضرت مولانا امداداللہ

صاحب سے بھی آپ نے اس طرح کی بات سنی، اور ہم نے سنا ہے کہ دار العلوم دیوبند میں جو داخلہ فارم جاری ہوتا ہے اس کے اوپر ایک روایت لکھی ہوئی ہے: ''إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّ النَّاسَ يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّيْنِ، فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا ''لوگو! تمہارے پاس لوگ آئیں گے، دین سیکھنے کے لیے (ان کی قدر کرنا) اور ان کا خیال رکھنا۔ اس لیے حضرت صدرِ وفاق شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی یہ بات کہیں سنی یا پڑھی کہ ''طلبہ ہمارے پاس نعمت بھی ہیں، امانت بھی ہیں''۔ آپ میں سے بہت سے دوست جمعہ پڑھاتے ہوں گے، خطباء ہوں گے، جمعہ کا مجمع بیان سننے کے لیے کتنا آتا ہے، (یہ ہم جانتے ہیں) جبکہ یہ طلبہ کتنے ادب کے ساتھ ہمارے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں؟! اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ مدارس کی رونقیں روز افزوں ہیں۔

مطالعہ و تیاری کا اہتمام:

تیسری تمہیدی بات یہ کہ ہم کتاب کوئی بھی پڑھائیں، تو مطالعہ کا خوب اہتمام ہو، جب میرا تدریس کا دوسرا سال تھا تو مجھے ''کنز الدقائق'' حوالے ہوئی، استاذِ محترم (سارے ہی اساتذہ ہمارے محسن ہیں، لیکن بعض اعتبار سے) مفتی محمد ولی درویش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خیال فرمایا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: درجہ اولیٰ سے لے کر درجہ رابعہ تک ہمارے درسِ نظامی میں فقہ کی جتنی کتابیں ہیں ان سب کو دیکھنا ہے، جو سبق پڑھاؤ اس سے متعلق ''مختصر القدوری'' بھی دیکھو، ''کنز الدقائق'' تو دیکھو، اس جگہ پر ''شرح الوقایۃ'' بھی دیکھو، اس جگہ پر ''ہدایۃ'' بھی دیکھو اور ''کنز الدقائق'' کی ساری شروحات دیکھو'' پھر فرمانے لگے: ''جو مطالعہ کرو وہ سب طلبہ کو نہیں بتانا، بلکہ خود کو مسلح کرنا ہے، یعنی پوری طرح تیار ہو کر جانا ہے، کوئی پتہ نہیں طالبِ علم کیا سوال پوچھ لے۔''

اور آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا، اس مجلس میں پرانے مدرسین بھی بیٹھے ہیں کہ جب مطالعہ مضبوط ہوتا ہے تو سبق میں بڑی برکت ہوتی ہے، ہم کبھی بعض اساتذہ کا سوچتے ہیں کہ ان کا سبق کتنا برکت والا ہوتا ہے، وہ برکت والا اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی نیکی اور روحانیت تو اپنی جگہ پر، ان کا علم پر اِتقان اور دَرک ہوتا ہے جو سبق میں برکت پیدا کر دیتا ہے، تو ترجمہ قرآن کے لیے بھی ہمیں بہت اچھی طرح مطالعہ کرنا ہوگا۔

ترجمہ قرآن و تفسیر کی تدریس کے دوران کن تفاسیر کو مطالعہ میں رکھیں؟

''یتیمۃ البیان'' میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات لکھی ہے کہ چار تفاسیر ایسی ہیں کہ اگر ان کا اہتمام سے مطالعہ کر لیا جائے تو فی الجملہ کہا جا سکتا ہے کہ دیگر تفاسیر سے ایک گونہ استغناء ہو جائے، اور انہوں نے اس کی ایک مثال دی، جیسے حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ''فتح الباری'' اگر پڑھ لیں تو ''صحیح بخاری'' پڑھانے والے کو ایک گونہ اس میں ''صحیح بخاری'' کی دیگر شروحات سے استغناء ہو جاتا ہے۔ انہوں

نے جن چار تفاسیر کا لکھا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱-روح المعانی ۲-تفسیرِ کبیر ۳-تفسیر ابنِ کثیر ۴-تفسیرِ ابی السعود

البتہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ''علومُ القرآن'' میں اس میں تفسیر قرطبی کا اضافہ کیا ہے، اور یہ بھی لکھا کہ ''یتیمۃُ البیان '' میں حضرت بنوریؒ کی اس بات پر نظر پڑی، تو لکھا کہ '' مجھے خوشی ہوئی کہ میری بات کی تائید ہوگئی۔''

پھر ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مضبوط مطالعہ کے بغیر طلبہ بھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ پچیس، تیس سال پہلے چلے جائیں تو طلباء عام طور پر عقیدت کی چادر اوڑھ کر سبق میں بیٹھتے تھے، اب طلبہ بہت ہوشیار ہیں، ہمارے مطالعہ کا نقص ان کو پتہ چل جاتا ہے، وہ یہ بھی جانچ رہے ہوتے ہیں کہ آج استاذ صاحب جو تھوڑی دائیں بائیں کی باتیں کررہے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس لیے ہمیں بہت اچھی طرح محنت کر کے پڑھانا ہوگا۔

کسی بھی کتاب میں دلچسپی کے لیے اس سے مناسبت اور ذوق ہونا ضروری ہے:

چوتھی تمہیدی بات یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب پڑھانے میں دلچسپی اس وقت ہوتی ہے جب اس کتاب سے مناسبت اور ذوق پیدا ہو جائے، اگر ذوق نہیں ہوگا تو طبیعت چلے گی نہیں، مطالعہ کرنے کے لیے دھکا دینا پڑے گا اور سال کے بیچ میں بھی کوشش کریں گے کہ کتاب بدل جائے، ورنہ اگلے سال تو ضرور کوشش کریں گے کہ: بہت کم قسمتی ہوگی اگر ترجمہ قرآن میں یہ کیفیت پیدا ہو، اس لیے اس کو اللہ سے مانگنا بھی پڑے گا اور ایسی کتب کا مطالعہ کرنا ہوگا جن سے ہمارا ذوق جوان ہو، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی'' میں لکھا ہے...... اور کہیں اور بھی میں نے پڑھا تھا، ایک دفعہ اگر قرآن مجید کے ساتھ طبیعت لگ جائے نا تو پھر بہت ساری دیگر تصنیفات اور دیگر فنون میں طبیعت نہیں چلے گی، بس ایک دفعہ تیلی جلنے کی دیر ہے اور ایک دفعہ چولہا جلنے کی دیر ہے، پھر ہماری طبیعت چل جائیگی۔

یہ کچھ تمہیدی اور اصولی باتیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض کردیں، اب متعلقہ موضوع کے بارے میں عرض کرتا ہوں:

۱......مقدمۃ العلم سے آگاہی:

مدرس کوئی بھی فن پڑھائے، اس کو اس فن سے متعلق ابتدائی باتیں جس کو مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب کہا جاتا ہے، اس کا علم ضروری ہے۔ آپ ترجمہ قرآن کو لے لیں، تو اس سے متعلق جو تمہیدی اور مقدمۃ العلم کی باتیں ہیں،

وہ ہمیں علیٰ بصیرۃٍ پتہ ہونی چاہئیں، ممکن ہے کہ درجہ ثانیہ میں بتانے اور بیان کرنے کی نوبت نہ آئے، لیکن ہمیں پوری طرح اس کا دَرک ہونا چاہیے، جمعِ قرآن، تاریخِ علمِ تفسیر، اہم تفاسیر اور ان کا منہج، تفسیر کے ماٰخذ، اس سے متعلق ہمیں ضرور آگاہی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ہمارے سامنے کتب ہیں، اردو میں بھی مواد مل جائیگا، ابھی میں نے نام لیا ''علومُ القرآن'' حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا، ایک ''علومُ القرآن'' مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، بعض دفعہ ناموں میں اشتباہ ہوجاتا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ دونوں کے مضامین ایک ہیں، ایسا نہیں ہے، بعض خاصے کی چیزیں مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''علومُ القرآن'' میں آپ کو ملیں گی۔ مولانا ڈاکٹر محمود احمد غازی کے ''محاضرات'' کئی علوم پر ہیں، آپ نے پڑھے ہوں گے، ان میں ''محاضراتِ قرآنی'' بھی ہیں جو ان کے اسلام آباد میں دیے ہوئے لیکچرز ہیں، وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوبارہ یاددہانی کرادوں کہ مدرس کا مطالعہ کبھی اس بنیاد پر نہیں ہوگا کہ مجھے کل سبق میں بتانا کیا ہے؟ بلکہ میرا مطالعہ سو فیصد ہوگا، بیشک اس میں سے دس فیصد باتیں بتانی ہیں۔

۲......ترجمہ قرآن:

درجہ ثانیہ سے درجہ خامسہ تک ہمارا جو سبق ہے، اس میں جو بڑا عنوان ''ترجمہ'' ہے۔ تفسیر بیان تو کی جاتی ہے، لیکن اصل جو مطلوب ہے وہ ترجمہ ہے، اگر یہ ذہن میں نہ ہوا تو بعض دفعہ آپ جانتے ہیں کہ مدارس میں جو جدول اور تقسیمِ اسباق کا نقشہ لگتا ہے اس میں بھی لکھ دیا جاتا ہے: ''تفسیر''، لیکن اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ طالبِ علم ہو یا استاذ ہو، ترجمہ کی وہ اہمیت ذہن میں نہیں رہتی، ہمارا اصل مطمحِ نظر ترجمہ ہے، اگر یہ ترجمہ ہمارے قابو میں نہ آیا اور ہم نے درسِ قرآن کے انداز میں، یا بیان کے انداز میں تفسیر کردی، تو ہم پورا مقصد ادا نہیں کررہے۔

ترجمہ کی تین نوعیتیں:

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے محاضرات اگر آپ پڑھیں گے اس میں بہت تفصیل سے یہ بات لکھی ہے، ترجمے تین طرح کے ہوسکتے ہیں، ایک ''تحت اللفظ ترجمہ''، دوسرا ''سلیس ترجمہ'' اور تیسرا ''بامحاورہ ترجمہ''، اب تینوں ترجموں میں کیا فرق ہے؟ یہ بتانے کا ابھی موقع بھی نہیں ہے، لیکن بتانے کی بات ابھی یہ ہے کہ درجہ ثانیہ سے لیکر درجہ خامسہ تک اصل تو ''تحت اللفظ ترجمہ'' اور ''سلیس ترجمہ'' ہے۔ جبکہ ''بامحاورہ ترجمہ'' بعض جگہوں پر تو کرنا پڑے گا جہاں آیت مشکل ہوگی اور اس کے بغیر سمجھ میں نہ آرہا ہو، جیسے مساجد میں درسِ قرآن میں آپ حضرات کا واسطہ رہتا ہوگا، لیکن طلبہ کو ہمیں آیت سے مناسبت پیدا کرانی ہے تو ہمیں ''تحت اللفظ ترجمہ'' بھی کرنا ہے، تاکہ ان کو ''مفردات'' کا

ترجمہ آجائے، اور''سلیس ترجمہ'' بھی اس لیے ہو کہ اُولیٰ سے رابعہ تک طلبہ صرف ونحو کی کتابیں پڑھ رہے ہوتے ہیں، تو اس کو ترکیبی لحاظ سے بھی جملہ سمجھ میں آرہا ہونا چاہیے کہ کہاں ''فاعل'' آیا؟ کہاں ''مفعول'' آیا، کہاں ''مرکب'' مکمل ہوا؟ کہاں ''مبتدا''؟ کہاں ''خبر''؟ کہاں ''جملہ معترضہ''؟ کہاں ''جملہ حالیہ''؟ اور کبھی حسبِ ضرورت بامحاورہ ترجمہ بھی، جیسے کہیں محاورہ آگیا، مثلاً ''وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا قَالُوۡا ...اِلیٰ آخرالآیۃ'' اس میں ''وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡ اَیۡدِیۡهِمۡ''، یہ ٹھیٹھ محاورہ ہے عربی کا، اب یہاں بامحاورہ ترجمہ کیے بغیر طلبہ کی تشنگی دور نہ ہوگی۔

تو خلاصہ یہ کہ اصل ''تحت اللفظ ترجمہ'' ہے اور اس کے ساتھ ''سلیس ترجمہ'' ہے اور حسبِ موقع جو آیت ''بامحاورہ ترجمہ'' کرنا ہے۔ سلیس ترجمہ اور بامحاورہ ترجمہ کا فرق آپ کو محاضراتِ قرآنی میں بھی مل جائے گا۔

ترجمہ کے لیے معاون کتب:

''تحت اللفظ ترجمہ'' کے لیے اساس تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے، ''بامحاورہ ترجمہ'' کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ''آسان ترجمہ قرآن'' سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ''بیانُ القرآن''، ''معارفُ القرآن'' کی ''خلاصہ تفسیر'' کو جمع کرلیا تو ترجمہ پر گرفت حاصل ہوجائے گی۔

اجتہادی ترجمہ کرنے سے گریز کیا جائے:

یہاں ایک بات عرض کرنی ہے وہ آگے تفسیر میں بھی کام آئے گی، لیکن ایسا نہ ہو کہ آگے رہ جائے تو ابھی عرض کردیتا ہوں، ہم نے دیکھا کہ اکابر ترجمہ میں احتیاط اتنی کرتے ہیں کہ بڑوں کے ترجمے سے سرِمو انحراف نہیں کرتے، کوشش یہ کی جائے کہ ترجمہ اجتہادی نہ ہو، مثلاً حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی فضائل اعمال میں جہاں جہاں آیت آئی تو ''بیانُ القرآن'' کے ترجمہ سے ہٹے نہیں، اس لیے ہمیں ''ترجمہ'' میں کوئی ایسی تعبیر اختیار نہیں کرنی جو صرف ذاتی ذوق کی عکاس ہو، یہ امانت کا معاملہ ہے، عام عبارات میں ہم اپنی تعبیر شاید کرپائیں، قرآنِ پاک میں نہیں کرسکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنے بڑے آدمی ہیں؟! ''اعلمُ الصحابة''، ان سے ایک آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا، پوچھنے والے نے تعجب سے عرض کیا: آپ نہیں جانتے؟! اس پر فرمایا: ''اَیُّ اَرۡضٍ تُقِلُّنِیۡ وَ اَیُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِیۡ اِذَا اَنَا قُلۡتُ فِی الۡقُرۡآنِ مَا لَا اَعۡلَمُ۔ اوکما قال''، مجھے کونسی زمین اور کونسا آسمان پناہ دے گا اگر قرآن میں، میں نے اپنی طرف سے لب کشائی کی، یہ کون کہہ رہا ہے؟......ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں، ان سے زیادہ بھلا کون

قرآن کو جانتا ہوگا؟!۔

۳.....حلِ مفردات:

ہمارا ترجمہ حل نہیں ہوگا جب تک کہ ہم ''مفردات'' طلباء سے حل نہ کرالیں، طلباء کو صیغوں کی پہچان نہ ہو، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب فرمارہے تھے کہ میں دورہ حدیث والوں سے دعائے قنوت سنتا ہوں اور صرف سنتا نہیں ہوں بلکہ پوچھتا ہوں کہ یہ صیغہ کونسا ہے؟ ''حلِ مفردات'' کے تین جزء ہیں: لغوی معنی، صیغہ کی پہچان اور نحوی لحاظ سے حل، مگر اس کو آسان کر کے طلبہ کو متوجہ کیا جائے، شرح مائۃ عامل کی ترکیب کا انداز نہ اختیار کیا جائے۔ طلبہ کے پاس ''بیاض والا قرآن'' ہونا چاہیے۔ ہم طلباء کو کہیں گے کہ آپ کے پاس پنسل ہونی چاہیے، اور جب آپ صبح سبق میں آئیں گے تو مفردات اور صیغوں کو حل کر کے آئیں گے۔ نحوی لحاظ سے حل کرانے میں اگر صرف وجہ اعراب طلبہ کو واضح ہوجائے تو کفایت ہوجائے گی، (یہ کم از کم بات ہے)، یعنی یہاں رفع کیوں پڑھ رہے ہیں؟ نصب کس نے دیا؟ جر کس نے دیا؟۔

اور استاذ کا کام ہے طلبہ کو لغت اور قاموس دیکھنے پر پابند کرے، اس لیے کہ وہ کیسا طالبِ علم ہے جو مطالعہ کے بغیر درس گاہ میں آجائے؟! اور وہ کیسا طالبِ علم ہے جس کے پاس ''لغت'' اور ''قاموس'' نہ ہو؟! طلبہ پر تھوڑا بوجھ ڈالا جائے اور کام کرنے پر حوصلہ افزائی کی جائے۔

حلِ مفردات کے لیے معاون کتب:

بنیادی چیز تو لغت ہے، ''مصباحُ اللغات'' اور دیگر بہت ساری ''قوامیس'' ہیں، اور ''مفرداتُ القرآن'' پر بھی مستقل کتابیں ہیں، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی صاحب کی کتاب ہے، مولانا عبدالرشید گجراتی کی بھی ایک کتاب اسی نام سے ہے، مولانا نسیم بارہ بنکوی کی ''منتخب لغات القرآن'' دارالہدیٰ والوں نے چھاپی ہے، اس میں طلباء کو بہت آسانی ہے، کیوں کہ عام طور پر ''مصباحُ اللغات'' وغیرہ میں حروفِ اصلیہ کے لحاظ سے ڈھونڈنا پڑتا ہے، اگر درجہ ثانیہ کا طالبِ علم صرف میں کمزور ہے اور حروفِ اصلیہ کے لحاظ سے ''مصباحُ اللغات'' سے استفادہ نہیں کر پارہا، تو یہ ''منتخب لغات القرآن'' قرآن کی ترتیب پر ہے۔

ایک مفید کتاب شامی عالم محی الدین درویش (متوفی: ۱۹۸۲ء) کی ''إعراب القرآن الكريم'' ہے، اس پر محقق نیچار پانچ صفحات میں مقدمہ خوب لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک پڑھنے والے کو اعراب یعنی ترکیب کا پتہ ہونا کیوں ضروری ہے؟ نصوص کی روشنی میں بہت اچھا سمجھایا ہے۔

ایک اور مفید کتاب مولانا نعمت اللہ اعظمی کی ’’نـعـم البیـان ‘‘ ہے، پتہ نہیں چھپی ہے یا نہیں؟ میرے پاس پچھلے دنوں اس کا پی ڈی ایف آیا ہے، وہ شاید ناقص بھی ہے، سورہ قٓ سے ترجمہ وتفسیر ہے، لیکن اس کا مقدمہ بہت جان دار اور فوائد پر مشتمل ہے، ’’حروفِ عاطفہ‘‘ ’’حروفِ استفہام‘‘ ’’بَـل‘‘ ’’کَلَّا‘‘، ان کا ہم ایک ہی ترجمہ کررہے ہوتے ہیں، ایسا نہیں ہے، اُس کتاب میں لکھا ہے: ’’بَـل‘‘ کا ترجمہ ہمیشہ ’’بلکہ‘‘ سے نہیں ہوگا، اور ’’کَـلَّا‘‘ کا ترجمہ ہمیشہ ’’ہرگز‘‘ سے نہیں ہوگا، پھر اس کی بہت ساری مثالیں دی ہیں، ان میں یہ مثال بھی ہے: ’’کَلَّا اِنَّ الْـاِنْسَـانَ لَیَطْغٰی‘‘، تو مفردات کے حل میں یہ ساری باتیں آئیں گی۔

مفردات کے ذیل میں ایک اہم بحث: قسم اور جوابِ قسم کی ہے:

ایک اور بات جو درجہ ثانیہ میں بہت پیش آتی ہے، وہ ہے ’’قسم اور جوابِ قسم‘‘، درجہ ثانیہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ’’عَـمّ پارے‘‘ میں جملہ قسمیہ بہت ہیں، اور عام طور وفاق کے سوال میں ایک سوال قسم کا، جوابِ قسم کا ضرور آجاتا ہے کہ جوابِ قسم متعین کریں، تو اس لیے مفردات ہی کے ذیل میں یہ کام بھی بہت ضروی ہے۔ پہلے ہمیں بہت اچھی طرح قسم کی بحث نحو کی کتابوں میں دیکھ لینی چاہیے، ’’هـدايةُ النحو ‘‘ کو اساس بنائیں، لیکن ’’هـدايةُ النحو ‘‘ پر اکتفا نہ کریں، اگر ہم ’’النحو الوافی ‘‘ یا ابنِ ہشام کی ’’شذورُ الذهب ‘‘ دیکھ لیں گے تو ہمیں قسم کی بحث سمجھ میں آجائیگی، اس میں تین باتیں اہم ہیں: ایک ’’اداتِ قسم‘‘ ہے، دوسرا ’’مقسم بہٖ‘‘ یا ’’مقسم بہا‘‘ ہے، اور تیسرا ’’مقسم علیہٖ‘‘ یا ’’جوابِ قسم‘‘ ہے، ’’وَالـنّٰـزِعٰـتِ غَرْقًـا ‘‘، یہاں واؤ ’’اداتِ قسم‘‘ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے قسم کس کی کھائی؟ یہ ’’مقسم بہٖ‘‘ یا ’’مقسم بہا‘‘ بنے گا، پھر اس کو سمجھانا کہ ’’نٰزِعٰت‘‘ سے باری تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ ’’تِین‘‘ کی قسم باری تعالیٰ نے کیوں کھائی؟ ’’عٰـدِیٰـت‘‘، گھوڑوں کی قسم کیوں کھا رہے ہیں؟ یہ سب سمجھانا ضروری ہے، یہ ’’مقسم بہا‘‘ ہے، پھر جب میں نے قسم کھائی تو اس کا کوئی نہ کوئی ’’جوابِ قسم‘‘ ہوگا، تو باری تعالیٰ بھی کسی بات پر قسم کھاتے ہیں، جس بات پر باری تعالیٰ قسم کھائیں گے وہ ’’جوابِ قسم‘‘ ہوگا، بعض مرتبہ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ’’جوابِ قسم‘‘ کہیں دور ہوجاتا ہے تو طلباء کو متعین کرکے بتانا کہ دیکھو ’’جوابِ قسم‘‘ یہ آرہا ہے۔

۴......ترجمہ قرآن حل کرنے کے ساتھ ساتھ مختصر تفسیر:

اگلا مرحلہ تفسیر کا ہے، میں نے عرض کیا کہ اصل تو ترجمہ قرآن ہے، لیکن چوں کہ تفسیر بیان کی جاتی ہے اور بیان کرنی بھی چاہیے، کیوں کہ اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ اگر ہم ’’تفسیرِ جلالین‘‘ کا انتظار کریں اور ان تین یا چار سالوں میں ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرائیں تو اشکال یہ ہوتا ہے کہ ’’تفسیرِ جلالین‘‘ کی اپنی مقدرات کو سمجھائیں یا تفسیر کریں؟

اسی میں فارغ نہیں ہوتے اور ''تفسیرِ بیضاوی'' تو پاؤ پارہ ہے، تو تفسیر بایں معنیٰ کہ قرآنِ پاک سمجھ میں آئے، یہ کب ہوگا؟ پھر ایک اشکال یہ ہوتا ہے جو آپ حضرات کے ذہنوں میں بھی آتا ہوگا کہ بعض دفعہ وفاق کے پرچوں میں بھی تفسیری سوال آجاتا ہے تو تفسیر بتائیں لیکن مختصر۔

اب مختصر کیسے کریں گے؟ تو اس میں چند باتیں میں مشورۃً عرض کررہا ہوں، آپ حضرات اس کو بہتر انداز سے کررہے ہوں گے۔

سب سے اہم بنیاد باری تعالیٰ کی مراد کا واضح ہوجانا:

تفسیر کی بنیاد یہ ہے کہ باری تعالیٰ مجھ سے مخاطب ہیں، باری تعالیٰ کی بات مجھے سمجھ میں آنی چاہیے، اب اس کو آپ مزید کھولتے چلے جائیں، اس کے ذیل میں ربط کی بات بھی آئے گی، جو ایک الگ موضوع ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض مرتبہ ربط واضح نہ ہوگا تو طلبہ کو بتانا ہوگا کہ کلام تو مربوط ہے، مگر ہماری سمجھ ناقص ہے۔

شانِ نزول کہاں بیان کرنا چاہیے؟

شانِ نزول کے بارے میں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے، ''الفوزُ الکبیر'' میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:
بعض اسبابِ نزول ایسے ہیں کہ ان کے بغیر آیات ہی سمجھ نہیں آئیں گی، وہاں تو بیان کرنا ضروری ہے اور وہ واقعی سببِ نزول ہے، اور وہی واقعہ ان آیات کے نزول کا سبب بنا ہے، جیسے سورہ مائدہ کے آخر میں ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِلخ''، لیکن بعض جگہ پر تفاسیر میں سببِ نزول لکھا تو ہے اور احادیث میں ''نزلت فی کذا'' وارد ہوگا، مگر ضروری نہیں کہ وہ آیت فلاں قصہ ہی پر نازل ہوئی ہو، بلکہ بسا اوقات صحابیؓ کے ساتھ قصہ پیش آیا تو اس کو آیت کا حوالہ دیا گیا، آیت تو پہلے نازل ہوچکی، مگر صحابیؓ اس کو اپنے حق میں سمجھ کر نقل کرتا ہے۔

تفسیر کے ذیل میں ایمانی اور نظریاتی تربیت:

تدریس میں رخ ایسا بن گیا ہے کہ امتحانی مقامات پر تو توجہ زیادہ ہوتی ہے مگر وہ جگہیں خصوصاً قرآن کریم میں جو شاید مشکل تو نہ ہوں، مگر شخصی و ایمانی تربیت کے لحاظ سے اہم ہو، اس پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ ہم نے درجہ خامسہ کا ترجمہ حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ہمارے بنوری ٹاؤن کے ناظمِ تعلیمات بھی تھے۔ اس زمانے میں درجہ خامسہ میں آخر کے دس پارے تھے، ''سورہ عنکبوت'' سے سبق شروع ہوا، مجھے یاد ہے کہ ''اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْن'' میں بہت وقت لگایا، پھر ''سورہ روم'' آئی تو ''سورہ روم'' میں یہ جو رکوع ہے: ''وَمِنْ آیَاتِہِ اَنْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَاب''، ''وَمِنْ آیَاتِہِ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُم'' اس کو

عام فہم انداز میں بہت دیر سمجھایا۔

میں نے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی'' کا پہلے حوالہ دیا، اس میں انہوں نے ایک بات لکھی: ''ہمارے ایک استاذ تھے، عرب تھے، وہ ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، روتے بھی تھے رُلاتے بھی تھے۔'' پھر لکھا: ''مجھے توحید اس وقت سمجھ میں آئی جب انہوں نے ہمیں ''سورہ زمر'' پڑھائی'' ہم میں سے کون سورہ زمر کو اس انداز سے پڑھاتا ہے، ہم تو اس کو بہت آسان لے لیتے ہیں۔

میں کہنا یہ چاہ رہ ہوں کہ قرآن ہمیں اس انداز سے پڑھانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام، اللہ کرے کہ مجھے سمجھ میں آجائے اور میں اس طرح پڑھاؤں کہ طلباء کو سمجھ میں آجائے۔ قرآنی قصص بھی تو اسی لیے ہیں، یوں ہی تو قرآن نے نہیں کہا: ''لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ''، ''وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ''، سورہ شعراء اور سورہ ہود میں تکرار ہے، یہ تکرار اس لیے نہیں ہے کہ ہم سبق جلدی سے نمٹادیں، بلکہ نہیں، باری تعالیٰ کچھ بتانا چاہ رہے ہیں۔

اس پر تفاسیر کے بارے میں پہلے چار یا پانچ تفاسیر کا نام حضرت بنوری اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے حوالے سے عرض کر دیا، اس کے علاوہ ''معارفُ القرآن'' (مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی، دونوں) ''تفسیر عثمانی''، ''ایسیر التفاسیر'' ابوبکر جابر جزائریؒ کی اور امام ابن جوزیؒ کی ''زادُ المسیر'' سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے، ''زادُ المسیر'' میں ارشادی پہلو بہت ملیں گے۔

۵......قرآن پاک کا بلاغی پہلو بھی ہمیں معلوم ہونا چاہیے:

ایک اہم بات میں صرف گوش گزار کر رہا ہوں، درجہ ثانیہ، درجہ ثالثہ بلکہ شاید درجہ رابعہ میں تو بتانے کی نہیں ہے، شاید درجہ خامسہ میں بتانے کی ضرورت پڑے، لیکن میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ مدرس کو پوری طرح مسلح ہونا چاہیے اور کبھی کبھار ہمیں طلبہ کو بھی متوجہ کرنا چاہیے، وہ ہے قرآنِ پاک کا بلاغی پہلو۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ علم تفسیر کے مقدمہ میں ایک عنوان ''اعجاز القرآن'' کا آتا ہے، جس کے ذیل میں قرآن کے وجوہِ اعجاز کا بیان بھی آتا ہے، تو قرآن پاک کے اعجاز و بلاغی پہلو کو بھی آشکارا کرنا چاہیے، اس کے لیے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد انور بدخشانی دامت برکاتہم نے ہماری رہنمائی ابن عاشور کی ''التحریر و التنویر'' کی طرف کی۔ تفسیر قرطبی میں بھی یہ مباحث ملیں گے۔

۶......طلبا کو توجہ دلانے کے لیے سبق سننے/ دہروانے کا اہتمام ہونا چاہیے:

ایک بات یہ ہے کہ سبق سننے کا اہتمام ہو، منتہی درجات کی طرح صرف تقریر کر لینے پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ ان

درجات کے طلبہ کو اگلے دن ضرور پچھلا سننا ہوگا، یہ کام دراصل خود مدرس کے لیے بھی کٹھن ہے۔

سبق سے پہلے ناظرہ خواں طلبا سے قرآنِ پاک پڑھوانے کا اہتمام کریں:

ایک بات یہ محسوس ہوئی جب میرے ذمہ درجہ ثالثہ کا ترجمہ لگا کہ جیسے عام درس میں طلبہ سے ہم عبارت پڑھواتے ہیں، ایسے ہی طلبہ سے قرآن کریم کی تلاوت بھی کروائیں، خصوصاً جو طلبہ حافظ نہ ہوں ان سے ضرور پڑھوائیں، بعض مرتبہ ان کی تلاوت لحن جلی پر مشتمل ہوتی ہے۔

بس میں اسی پر اپنی بات ختم کروں گا، اللہ تعالیٰ اس مجلس کو قبول فرمائے، ہمارے اکابر و اساتذہ جنہوں نے ہماری تربیت کے لیے اس اجتماع کا انعقاد کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اور اللہ تعالیٰ اس مجلس کو قبول فرما کر ہم سب کی اور ہمارے والدین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین.

باطنی اَمراض نورِ علم سے محرومی کا سبب ہیں

ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور طرح طرح کے ظاہری اور باطنی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، تکبر کے اندر گرفتار ہیں، ریاکاری ایک محبوب مشغلہ ہے، غیبتیں کرتے رہتے ہیں، بہتان لگاتے ہیں یہ اَخلاقی امراض ہیں جن کو باطنی اَمراض کہتے ہیں اور یہ بڑے مہلک ہوتے ہیں؛ اور ان کا چھوڑنا آسان نہیں ہوتا، ان کا بڑا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اَللہ تعالیٰ سے مانگنا پڑتا ہے، آہ و زاری کرنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر اَللہ تبارک وتعالیٰ ان امراض سے نجات عطا فرماتے ہیں۔ اہلِ علم میں بھی یہ بیماریاں موجود ہیں، شاذ و نادر اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ان سے خالی ہوتا ہے یہ امراض ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور اسی طرح ظاہری گناہ بھی موجود ہیں تو ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ علم کے نور کے حامل ہیں اور اَللہ تعالیٰ نے یہ نور ان کو عطا فرمایا ہوگا؟!۔ گناہوں کی وجہ سے نورانیت باقی نہیں رہتی، اور نورانیت آدمی میں آجائے تو پھر "اذا رأوا ذکر اللّٰہ" کی شان پیدا ہوجاتی ہے، اَللہ کے ان بندوں کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے، وہ بندے اللہ کی یاد دلانے کا سبب بنتے ہیں، ان کی مجلس میں بیٹھنے سے انسان کے قلب میں ایک اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ میرا اللہ تبارک وتعالیٰ سے صحیح تعلق قائم ہوجائے، گناہوں سے نفرت اور طاعات وعبادات کا شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے، یہ اللہ کے ان بندوں کی شان ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور علم کا نور ان کے قلب اور دماغ کو روشن کردیتا ہے۔ (فرمودہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہ)

اسلاف کے علمی اسفار کی داستانِ دلنواز

ضیاءالدین قاسمی ندوی

''علوم وفنون کا بیش بہا خزانہ ہم تک یونہی نہیں پہنچا، ان کو جمع کرنے میں ہمارے اسلاف نے بے پناہ صبر، استقامت، جانکاہی اور دلسوزی کا ثبوت دیا ہے؛ راہ طلب کی صعوبتوں، مشقتوں کو جھیلا اور طلبِ علم میں خاندان ووطن کو ترک کیا، برسوں دَردَر کی خاک چھانتے رہے اور سرمایہ علم وفن جمع کرتے رہے۔ آج کے طلبہ عزیز اور عام وخاص مسلمانوں کے لیے ان نفوسِ قدسیہ کی داستانِ دلنواز باعث فخر وناز اور عزم وحوصلہ کو جواں کرنے کا سبب ہوگی۔ مستند مصادر ومراجع میں بکھرے واقعات کو تلاش کرکے ہم نے یہ علمی گلدستہ تیار کیا ہے، جس کو نذر قارئین کررہے ہیں۔'' (ضیاءالدین قاسمی ندوی)

حافظ حدیث ابوعبداللہ محمد بن مندہؒ کے علمی اسفار (ولادت ۳۱۰ھ، وفات ۳۹۵ھ)

حافظِ حدیث شیخ ابوعبداللہ محمد بن مندہؒ محدثین کبار اور ثقہ رواۃ میں سے ہیں، تفسیر وحدیث، فقہ وتاریخ اور علومِ اسماء الرجال کے ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی جلالت شان اور رفعت مکان کا اعتراف علومِ تفسیر وحدیث کے شیوخ وحفاظ نے کیا ہے، علمی طبقہ میں حافظ ابن مندہ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں اور دنیا کی سیاحت، علوم وفنون کی تحصیل میں مسلسل سرگرداں رہنے کی وجہ سے ''جوالۃ الارض'' کہلاتے ہیں۔ کثرت تصانیف وتالیفات میں اپنا امتیازی مقام رکھتے ہیں اور احادیث کی کتابت کرکے محفوظ رکھنے میں، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں، ہزاروں صفحات خود اپنے ہاتھوں سے لکھے، جن شیوخ کی خدمت میں سماعت حدیث کے لیے حاضر ہوتے ان کی مرویات کو قلم بند کرلیتے تھے، خود ان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے شیوخ کی روایات کو سن کر پانچ ہزار صن تحریر کیے (صن، صاد کے زیر اور زبر کے ساتھ ایک صن کاغذ کے دس بڑے اجزا پر مشتمل ہوتا ہے) جب اپنے طویل تر علمی اسفار سے واپس آئے تو ان کے ساتھ کتابوں کے چالیس بنڈل تھے، حافظ ابن مندہ کا کہنا ہے کہ میں نے مشرق ومغرب کا دو مرتبہ چکر لگایا۔

حافظ ابن مندہؒ نے اپنے وقت کے تمام شہرۂ آفاق ائمہ کبار اور محدثین ومجتہدین سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ان کے بحار علوم وفنون سے جرعہ کشی کی، طلب کی راہ میں نکلے تو ہر قسم کی تکالیف کا صبر واستقامت کے ساتھ سامنا کیا، بھوک وپیاس اور صعوبت ومشقت برداشت کی؛ مگر تحصیلِ علم کا ایک سودا سر میں سمایا تھا، نہ رات کو رات جانا نہ دن کو دن، بس جنون علم تھا، جو بادیہ پیمائی پر برانگیختہ کرتا تھا، جس علاقہ یا ملک میں کسی شیخ کا چشمہ فیض

جاری ہوتا، وہاں سیراب ہونے کے لیے پہنچ جاتے تھے، محققین نے ان کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد ایک ہزار سات سو سے متجاوز بتائی ہے۔

غور کیجیے یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب آمد ورفت کے وسائل محدود تھے، جنگل وبیاباں کی بھرمار تھی، ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر جان جوکھم میں ڈالنا تھا، پھر آج کی طرح مدارس وجامعات کا جال بھی نہیں بچھا تھا، محدثین وعلماء کرام عام طور پر اپنے شہروں اور قصبات کی مساجد یا اپنی قیام گاہ میں درس دیتے تھے، قیام وطعام کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا تھا؛ مگر طالبین وشائقین کا ہجوم پروانہ وار علوم وفنون کی ان شمعوں پر ٹوٹا تھا، سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ حاضرِ درس ہوتے تھے، اُنھیں میں ابن مندہ جیسے غریب الوطن طلبہ بھی شامل ہوتے تھے، جو اپنے قیام وطعام کا انتظام خود کرتے تھے۔

ذرا حافظ ابن مندہؒ کی جانفشانی کا تصور کیجیے، درس کے ان حلقوں میں پہنچنا، درس سننا، یاد کرنا اور لکھنا پھر ان سب کو لے کر دوسرے لمبے سفر پر روانہ ہوجانا، دوسرے شیخ کے حلقہ درس میں شریک ہونا اور وہاں پر بھی انھیں معمولات کا اعادہ کرنا، قیام وطعام کا نظم کرنا، کتنے سخت مراحل طے کرتے تھے، تحصیل علوم کی اس لگن کی مثال ہمارے اسلاف کے سوا کون پیش کرسکتا، ابن مندہ کے شیوخ واساتذہ کی کثیر تعداد ان کے عزم وحوصلہ اور شوق طلب کی گواہی دیتی ہے کہ وہ آسمانِ علم وفن کے درخشاں ستاروں اور بحرِ تفسیر وحدیث کے شناوروں کی قدر ووقعت پہچانتے تھے، ان کے جواہر پاروں سے اپنے دامن مراد کو بھرلینا چاہتے تھے، ورنہ علوم اسلامیہ کا گرانقدر ذخیرہ ہم تک نہ پہنچ پاتا۔

حافظ ابن مندہؒ نے اپنا پہلا علمی سفر بیس سال کی عمر میں ۳۳۰ھ میں کیا تھا، نیشاپور پہلی منزل تھی، کئی سال تک علمائے نیشاپور کے حلقاتِ درس میں شرکت کرتے رہے، جب ہر ممکن طور علمی تشنگی بجھائی تو ۳۶۱ھ میں بخارا روانہ ہوئے، وہ علماء ومحدثین کا مرکز بنا ہوا تھا، وہاں خوب خوب سیراب ہوئے اس کے بعد دوسرے شہروں کا سفر شروع کیا۔ در، در کی خاک چھانتے ہوئے ۳۷۵ھ میں گھر واپس ہوئے۔ ۶۵ سال کا سن تھا، جب گئے تھے تو جوان رعنا تھے، واپس آئے تو بوڑھے تھے، پینتالیس سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا جو غریب الوطنی میں بسر ہوا، تقریباً نصف صدی تک کمال علم پیدا کرتے رہے، تبھی تو یگانہء روزگار بنے۔

طلب کی راہ میں گر بیخودی نہیں ہوتی
قسم خدا کی، خدا آگہی نہیں ہوتی

ان کے صاحبزادے شیخ ابوزکریا بن حافظ ابن مندہ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا عبداللہ کے ساتھ نیشاپور جارہا تھا، جب بیرمجہ نامی ایک جگہ پر پہنچے تو چچا نے کہا: میں اپنے والد کے ہمراہ خراسان سے لوٹ رہا تھا، جب اس مقام پر

پہنچے، تو ہم نے اچانک چالیس بڑے بڑے گٹھر رکھے دیکھے، گمان ہوا کہ کپڑوں کے پارسل ہیں پھر جب قریب پہنچے تو خیمہ میں ایک شیخ کو دیکھا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ تمہارے والد حافظ ابن مندہ تھے، قافلہ والوں میں سے کسی نے گٹھروں کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا ان میں وہ متاعِ خاص ہے، جس سے اس زمانہ کے لوگوں کو بہت کم رغبت ہے، یہ احادیثِ رسول کے مجموعے ہیں، شیخ ابوزکریا کہتے ہیں کہ اس کے بعد چچا جان شیخ عبداللہ نے کہا کہ جب میں واپس خراسان سے وطن آرہا تھا تو میرے پاس بھی بیس بڑے گٹھر تھے تمہارے والد کی پیروی میں، میں نے بھی بیرمجہ میں قیام کیا تھا۔ (بحوالہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۳)

امام ابن نجّار بغدادیؒ کے علمی اسفار (ولادت ۵۷۸ھ، وفات ۶۴۳ھ)

علوم نبویہ کی تحصیل اورفنِ حدیث کی تکمیل میں غریب الوطنی اختیار کرنے اور کثرت اسفار کی مثال قائم کرنے والوں میں محدث زمانہ، مورخ اسلام، رئیس القراء، حافظ حدیث نجب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں، محدثین کے حلقوں اور قراء کے زمرہ میں ابن نجار بغدادی کا پایہ بہت بلند ہے، علمائے کرام میں امام ابن نجار بغدادیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ ستائیس سال تک راہِ طلب میں سرگرداں رہے اور ''طوّاف الارض'' کہلائے، عمرِ عزیز کا دسواں سال تھا کہ حدیث نبوی کی سماعت شروع کی، پندرہ سال کی عمر میں شاہراہ علم کے راہ رو بن چکے تھے، ائمہ احادیث اورفقہائے عصر کے علمی مراکز ان کے پڑاؤ تھے، ان کی علمی سیاحت کا دائرہ بہت وسیع ہے اپنے عہد وزمانہ کے ماہرین علم وفن اور ائمہ حدیث وفقہ سے کسبِ فیض کی دُھن، ہمہ دم ان کو متحرک وسرگرمِ سفر رکھتی تھی، سماعتِ حدیث کے ساتھ ساتھ کتابت کا بھی معمول تھا، اپنے وقت کے تمام مروجہ علوم وفنون میں رسوخ رکھتے تھے۔

امام یحییٰ بن بوش، محدث عبدالمنعم بن کلیب اور علامہ ابن الجوزی جیسے یکتائے زمانہ، ائمہ ومحدثین کے منہل علم سے جی بھرکر سیراب ہوئے اور مختلف شہروں کے علماء وشیوخ سے ملاقات کرکے ان سے کسب علم کرتے تھے، اصفہان کا سفر کیا، تو شیخ عین الشمس ثقفیہ سے استفادہ کیا، وہاں سے رختِ سفر باندھا، تو نیشاپور پہنچے اور شیخ الاسلام موبد کی خدمت میں رہ کر تحصیلِ حدیث کرتے رہے، جب وہاں سے روانہ ہوئے، تو ہرات منزل تھی، جہاں امام ابوروح کا دریائے علم وفن رواں تھا، اس سے اپنی تشنگی بجھائی، پھر علماء وفقہائے مصروشام کی بارگاہ علم میں حاضر ہوئے اور برسوں فیض اٹھاتے رہے، اسی کے ساتھ تفسیر وحدیث اور فقہ وتاریخ کا علمی ذخیرہ جمع کرتے رہے، کتابت کا معمول تھا ہی، فن قراءت میں بھی درجہ کمال کو پہنچے، بلادِ اسلامیہ کا کوئی معروف شہر نہیں بچا، جہاں کہ امام ابن نجار کے

قدم نہ پڑے ہوں اور وہاں کے علماء وقراء اور فقہاء سے فیض نہ اٹھایا ہو۔

ان کے نابغہ روزگار شاگرد رشید ابن السباعیؒ کا کہنا ہے کہ میرے شیخ امام ابن نجار بغدادیؒ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد تین ہزار ہے اور یہ سب پورے بلادِ اسلامیہ میں لولوء ومرجان کے مثل بکھرے ضوفشانی کر رہے تھے، جس کی زندگی کے ستائیس قیمتی ماہ وسال راہِ طلب میں گذرے ہوں وہ اپنے سرمایہ علم کو محفوظ رکھنے کی کتنی فکر کرے گا، ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ امام ابن نجار بغدادی نے بھی اپنے پیش روائمہ کی طرح تحصیل علم میں ہر قسم کے شدائد ومصائب اور مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا، کوہِ بیاباں کی خاک چھانی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار، سماعت حدیث کے لیے جان کا ہی ان کا شیوہ تھا، پھر ان کو ضبطِ تحریر میں لانا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی ودینی میراث ان کی امت تک پہنچا سکیں، امام ابن نجار بغدادی تصنیف وتالیف میں مصروف رہے، وہ کثیر التصانیف عالم وفاضل امام ہیں، ان کی تالیفات: تفسیر وحدیث تاریخ وفقہ اور سیر وانساب ہر موضوع پر ہیں، ان میں سے چند مشہور معروف تصنیفات یہ ہیں: (۱) کتاب کنز الامام فی السنن والاحکام (۲) النساب المحدثین الی الآباء والبلدان (۳) کتاب العوامی (۴) الکمال فی الرجال (۵) مناقب الامام الشافعی وغیرہ۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج۴، وفیات الاعیان لابن خلقان، صفحات من صبر العلماء لابی عبدالفتاح ابی غدہؒ)

شیخ ابوالحسن القطان قزوینیؒ کے علمی اسفار (ولادت ۳۱۰ھ، وفات ۳۹۵ھ)

محدثین کرام کی فرخ انجام صفت میں ہمہ گیر شہرت وعزت کے حامل شیخ ابوالحسن القطان قزوینی کا نام بھی شامل ہے، آپ افریقہ کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور اپنے صلاح وتقویٰ، دیانت وامانت، نحو وصرف اور لغت کے علاوہ علوم وتفسیر وحدیث میں ملکہ ومہارت کے سبب محدثِ قزوین کہلاتے ہیں۔ علماء کرام اور محدثین عظام ان کا نام ادب واحترام سے لیتے ہیں، محدث قطان نے سنن ابن ماجہ کی سماعت براہ راست امام ابن ماجہؒ سے کی ہے اور بلاواسطہ ان سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بھی کی ہے، جب کہ خود امام قطان سے روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، اُنھیں تلامذہ میں ایک روشن نام امام ابوالحسن احمد الفارسی القزوینی کا ہے۔

امام قزوینی بھی وادی علم کے سیاح ہیں، ان کی زندگی کے قیمتی لمحات محدثین عصر اور ائمہ زمانہ کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان کے بحار علوم وفنون سے جرعہ کشی کرنے میں گذرے، قزوین، بغداد، کوفہ، صنعاء یمن، رے، ہمدان، حلوان اور مکہ مکرمہ کے طویل ترپُر مشقت علمی اسفار کیے، شہر بہ شہر، کوچہ در کوچہ گھومتے رہے، محدث جلیل امام ابوحاتم الرازیؒ سے سماعت کی اور تین سال ان کی تربیت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے کمال کی قوت حفظ عطا فرمائی تھی، ان کے محبوب شاگرد شیخ ابوالحسن احمد الفارسی فرماتے ہیں کہ:

میں نے خود اپنے شیخ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جب کہ وہ بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے کہ: انھوں نے اپنے علمی اسفار کے زمانہ میں ایک لاکھ حدیثیں یاد کر لی تھیں، پھر فرمایا کہ اب حافظہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ ایک حدیث یاد کرنا مشکل ہے، فرمایا کہ آج میری بینائی زائل ہو گئی ہے، شاید یہ میری ماں کی کثرت گریہ کی سزا ہے، میں اپنے علمی اسفار کے باعث والدہ کی خدمت میں زیادہ وقت نہیں دے پا رہا تھا، جب کہ والدہ کی خواہش رہتی تھی کہ میں ان کے پاس رہا کروں، مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کی خدمت کا حق ادا نہ کر سکا، یہ کوتاہی علومِ حدیث کی طلب کے شوق وجنون کے باعث ہوئی۔ (الامالی)

محدث قطان قزوینیؒ صلاح وتقویٰ کے پیکر تھے، ایک تو مسلسل اسفار جس میں فرض روزہ بھی ترک کرنے اور بعد میں قیام کی حالت میں قضا کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، مگر وہ مسلسل تیس سال تک روزہ رکھتے رہے، صرف نمک روٹی سے افطار کرتے تھے، زہد اور قناعت کے نمونہ تھے، صبر واستقامت کے ساتھ ہر قسم کی تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرتے تھے اور اپنے شوق کی تکمیل کرتے تھے (بحوالہ معجم الاولیاء از یاقوت حموی ج ۱۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۳، الامالی)

آج جب کہ ہر طرف مدارس اسلامیہ کا جال بچھا ہوا ہے، کتب درا سیہ کے علاوہ ہر فن کی کتابیں میسر ہیں، قیام وطعام کا مفت نظم ہے، کون مرد مجاہد ہے جو احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ کرنے کا شوق رکھتا ہے، کہنے کو تو شیخ الحدیث وشیخ الجامعہ کے منصب پر فائز ہزاروں علماء کرام پائے جاتے ہیں، مگر شاید وباید ہی کسی کو ایک ہزار حدیث یاد ہو گی پھر اس پر راویوں کے حالات کی پوری تفصیل بھی از بر ہو!۔

وہ نوادرات زمانہ گذر گئے جس کے وجود سے امتِ مسلمہ باعزت وباوقار تھی، وہ یکتائے روزگار اسلاف اب صفحاتِ تاریخ کی زینت ہیں، ہم کو یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ ان کی سوانح حیات سے ہی دل کو گرمائیں۔

قَدْ خَلَتْ تلک السنونُ واَھلُھا
فکَاَنَّھا وکَاَنَّھم احلامُ

وہ ماہ وسال اور اس کے باکمال لوگ گذر گئے، اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ عہدِ زریں اور اسلاف ایک خواب تھے۔

ذکر بعض الذواء من الصحابۃ

ان صحابہ کا تذکرہ جن کے لقب میں ''ذو'' آتا ہے

ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بعض صحابہ اپنے کسی نہ کسی وصف کی بناء پر "ذو" کے لقب سے مشہور ہوئے، ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کا اصل نام ہی ہی معلوم نہیں ہوسکا، جبکہ اکثر وہ ہیں جو نام سے زیادہ اپنے وصف سے مشہور ہوئے۔ کتب طبقات الصحابہ میں ان صحابہ کا تذکرہ مستقل باب "ذکر الذواء" کے تحت کیا جاتا ہے، ان کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے ہم بھی ان صحابہ میں سے چند کے تذکرے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

ذو الاذنین (دو کان والا):

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، یہ لقب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی عنایت فرمایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور مزاح و دل لگی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بلاتے تو فرماتے:

یا ذا الاذنین......او! دو کان والے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ذو الشہادتین (دو گواہیوں والا)

یہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لقب عطا فرمایا، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بدو سے ایک گھوڑے کی خرید و فروخت کا معاملہ کیا، معاملہ طے پا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا خرید لیا، آپ گھوڑے کی قیمت لینے اپنے گھر تشریف لے گئے واپس آئے تو دیکھا کہ بدو اپنی بات سے مُکر چکا ہے اور طے شدہ قیمت سے زیادہ قیمت لگا کر حضور کو مخاطب کر کے کہنے لگا: اتنی قیمت میں آپ خریدرہے ہیں یا میں کسی اور کو بیچ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے یہ گھوڑا مجھے فلاں قیمت پر بیچ نہیں دیا؟ بدو نے انکار کر دیا اور کہنے لگا: اگر آپ سچ بول رہے ہیں تو گواہ لائیے، چونکہ اس عقد پر کوئی گواہ نہیں تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، یہ دیکھ کر حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ مجمع سے نکل کر تشریف لائے اور بدو سے کہنے لگے: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے پوچھا: تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو جبکہ اس وقت تم موجود نہیں تھے، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ کے صدق و امانت کی بنیاد پر میں یہ گواہی دے رہا ہوں، اس جواب

پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ اعلان فرما دیا: آج کے بعد اکیلے خزیمہ بن ثابت کی گواہی دو آدمیوں کے برابر سمجھی جائے گی۔(مشکل الآثار، مسند احمد)

ذو النورین (دونور والے)

یہ لقب خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ پہلی بار آپ کو یہ لقب کس نے دیا، لیکن صحابہ میں آپ کا یہ لقب اتنا مشہور تھا کہ حافظ ابن عبد البرؒ نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

ذوالنورین لقب پڑنے کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں، ایک تو وہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں تھیں اس لیے آپ کا لقب ذوالنورین پڑا، دوسری وجہ صحابی رسول حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ جنت میں آپ رضی اللہ عنہ جب ایک منزل سے دوسری منزل منتقل ہوں گے تو اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کو دو خصوصی نور (روشنیاں) عطا فرمائیں جائیں گے اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔(الاصابہ)

ذو الیدین (دو ہاتھ والا)

حضرت خرباق سلمی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، آپ کے دونوں ہاتھ دیگر لوگوں کی بنسبت زیادہ لمبے تھے اس لیے آپ کو "ذوالیدین" کہا جاتا تھا (بخاری)۔ آپ کی ایک روایت بھی بہت مشہور ہے جو آپ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور اٹھ کر حجرے کی جانب چل پڑے، آپ کے بعد ابوبکر وعمر بھی اٹھ کر جانے لگے اور کچھ جلد باز قسم کے لوگ تو مسجد سے باہر چلے گئے، اتنے میں "ذوالیدین" کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز لگا کر پوچھا: **اقصرت الصلٰوۃ ام نسیت یا رسول اللّٰہ؟** (اے اللہ کے رسول! کیا نماز کم کردی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وغیرہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا ذوالیدین صحیح کہتے ہیں کہ میں نے نماز کم پڑھائی؟ لوگوں نے تصدیق کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کے ساتھ بقیہ نماز مکمل فرمائی۔(متفق علیہ)

ذو اللسانان (دو زبان والا)

یہ حضرت مَوَلہ ابن کنیف کلابی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، آپ بڑے بڑے فصیح و بلیغ انداز میں کلام فرمایا کرتے تھے اس لیے آپ کا لقب "ذواللسانین" مشہور ہوگیا، بیس سال کی عمر میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سو سال اور زندہ رہے، یعنی

120 سال کی عمر پائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی مصاحبین میں سے تھے۔ (الاصابہ)

ذوالسیفین (دوتلوار والا)

انصار کے مشہور سردار حضرت ابوالہیثم بن التیہان انصاری رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، آپ انتہائی بہادر تھے اور جنگ میں دونوں ہاتھوں میں تلوار رکھتے تھے اس لیے آپ کا لقب "ذوالسیفین" مشہور ہوگیا، آپ قبیلہ اوس کے بڑے سرداروں میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ بلانے کے لیے کوششیں کی تھیں، عقبہ اولی وثانیہ میں آپ نہ صرف شریک بلکہ اس کے محرک وداعی تھے، ہجرت کے بعد حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مواخات فرمائی تھی۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے شہید ہوئے۔ (الاصابہ)

ذوالرائے (رائے دینے والا)

یہ لقب مشہور صحابی حضرت حباب بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے، آپ بڑے دوراندیش اور عقلمند شخص تھے، اہم موقعوں پر لوگ آپ سے مشورے لیا کرتے تھے، غزوہ بدر کے موقعے پر بھی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی مفید مشورے رکھے تھے جنھیں آپ نے قبول فرمایا، آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ثقیفہ بنوساعدہ کے مشورے میں "منا امیر و منکم امیر" کا مشورہ دیا تھا، آپ کی عقلمندی اور اصابت رائے کی وجہ سے آپ کا لقب "ذوالرای" مشہور ہوگیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور اس کے بعد بھی تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

ذوالخویصرہ الیمانی

یہ اسی نام سے مشہور ہیں اور اصل نام کہیں بھی مذکور نہیں، یہ وہ بدو صحابی ہیں جنھوں نے (ناواقفیت کی وجہ سے) مسجد نبوی کے اندر کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا تھا، صحابہ انھیں مارنے دوڑے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا: انھیں سکھاؤ بیچارے جانتے نہیں ہیں اور ان کے ساتھ نرمی کرو، ایک صحابی کو فرمایا پانی لاؤ، چنانچہ پانی لایا گیا اور پیشاب کی جگہ پر بہا دیا گیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے قریب بلایا اور بڑے پیار سے سمجھایا کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے؛ یہاں پیشاب نہیں کرنا چاہیے، یہ حضور کے اخلاق کریمہ سے بے حد متاثر ہوئے اور کہنے لگے: ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے نہ مجھے سزا دی نہ برا کہا۔''

انھیں صحابی کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ مسجد میں آئے اور یوں دعا مانگنے لگے: ''اے اللہ مجھ پر

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہم دونوں کے علاوہ کسی پر بھی رحم نہ فرما''، ایک روایت میں ہے کہ یوں دعا کی: ''اے اللہ مجھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں داخل فرما اور ہمارے دونوں کے علاوہ کسی کو بھی جنت میں داخل نہ فرما''، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ دعا سن کر فرمایا: ''تم نے اللہ کی وسیع رحمت کو بند کر دیا۔''

ذو العین (آنکھ والا)

مشہور صحابی رسول حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، ہُوا یوں کہ غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی آنکھ میں تیر لگا جس کی وجہ سے آنکھ کی پُتلی باہر لٹک گئی، لوگوں نے مشورہ دیا اسے کاٹ کر الگ کر دیا جائے لیکن حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورے تک لوگوں کو روک دیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا گیا تو آپ نے باہر نکلی ہوئی وہ پتلی واپس آنکھ میں رکھ دی اور آنکھ پر اپنی ہتھیلی مبارک رکھ کر دعا فرمائی، خدا کی قدرت کہ آپ نے یہ عمل کیا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی یہاں تک کہ کوئی یہ بھی نہیں پہچان سکا کہ کس آنکھ میں تیر لگا تھا، بلکہ وہ آنکھ پہلے کے مقابلے اور زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی۔ اسی واقعے کے نتیجے میں آپ "ذوالعین" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ بدری صحابی ہیں۔

ذو النِّسعَہ (رسی والا)

حضرت ذوالنسعہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام کسی کو معلوم نہیں، ایک واقعے کی وجہ سے یہ ذوالنسعہ سے ہی مشہور ہوگئے۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان سے ایک آدمی کا قتل ہوگیا، مقتول کے ورثا نے انھیں پکڑ لیا اور رسی میں باندھ کر قصاص کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قصاص کا فیصلہ سنا دیا، چنانچہ مقتول کا ایک وارث انھیں قصاص میں قتل کرنے کے لیے لے کر جانے لگا تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے جان بوجھ کر اس آدمی کا قتل نہیں کیا (میں تیر کہیں اور چلا رہا تھا اور وہ اچانک سامنے آ گیا) ان کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے اس وارث سے جو انھیں قتل کرنے لے جا رہا تھا۔ فرمایا: اگر یہ سچ بول رہا ہے اور پھر بھی تو نے اسے قتل کر دیا تو تُو جہنم میں جائے گا، اتنا سنتے ہی مقتول کے ورثا کے پاؤں تلے سے گویا زمین نکل گئی اور یہ جس حال میں تھے اسی حال میں فوراً انھیں چھوڑ دیا۔ چونکہ یہ نسعہ (رسی) میں بندھے ہوئے تھے اس لیے جب یہ جانے لگے تو رسیاں لٹک رہی تھی، بس اسی وجہ سے ان کا لقب "ذوالنسعہ" رسی والا پڑ گیا۔ اللہ اکبر۔ اس واقعے سے صحابہ کرام کا خوف خدا اور صاف دلی بھی معلوم ہوتی ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

شخصیت

استاذ الحدیث و مہتمم دار العلوم کبیر والا

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ

مولانا سراج الحق، دار العلوم کبیر والا

وجیہ چہرہ، کشادہ جبیں، موٹی آنکھیں، دراز قد، سفید گھنی داڑھی، خندہ رو، گفتگو میں رس اور مٹھاس، خوش پوش، دل نشین اور من موہنی شخصیت، علم وادب کا نیّر تاباں، مسند حدیث کی رونق، درس وتدریس کا بے تاج بادشاہ، علم وعرفان کا سمندر، منبر ومحراب کی زینت، شرافت اور شفقت کا حسین مرقع، وطن عزیز ملک پاکستان کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کے شیخ الحدیث و مہتمم، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن ومعتمد خاص، ولی کامل، حضرت مولانا ارشاد احمد رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً بھی ہزاروں تلامذہ، محبین و متعلقین کو اچانک داغ مفارقت دے کر 31 جولائی 2023ء بروز سوموار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، انَّ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شی عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور صفات سے نوازا تھا۔ علوم اسلامیہ میں مہارت وفقاہت، تقویٰ، حق گوئی، استقامت دین، کلمہ حق، اتباع سنت، اسلامی نظام کے نفاذ اور خلافت کے احیا کا جذبہ، عمدہ اخلاق، سادہ منکسر المزاج طبیعت جیسی صفات میں اپنے اکابر واسلاف کا درخشندہ نمونہ تھے۔ حضرت استاذ محترم علیہ الرحمہ کی فنائیت وبے نفسی کے متعلق ہر اپنا و پرایا گویا ہے کہ کبھی آپؒ نے ایک کلمہ بھی ایسا نہیں فرمایا جس میں اپنی تعریف وتوصیف کی بو آتی ہو، حبِ جاہ کا دور دور تک نشان نہ تھا۔ دار العلوم کی ہر ترقی کو بانیان حضرات کے خلوص اور محنت کا نتیجہ قرار دیتے۔ نام ونمود اور ظاہری وضع داری جیسی چیزوں سے پاک وصاف ایک سیدھے سادے کھرے حق گو عالم دین تھے۔ حضرت استاذ محترم علماء کرام حتیٰ کہ اپنے شاگردوں اور طلباء کے ساتھ بھی بہت اکرام کے ساتھ پیش آتے، ہر ایک کے ساتھ جناب، حضرت مولانا اور صاحب کے نام ضرور استعمال فرماتے۔ طبیعت بالکل سادہ تھی، رہن سہن اور غذا میں سادگی پسند تھے۔ لباس ہمیشہ سفید اور صاف ستھرا استعمال فرماتے، سر پر سادہ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات جامعہ کے طلباء آپ کے چاروں طرف حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور ایسے بے تکلفانہ گفتگو کرتے جیسے بچے اپنے والدین سے کرتے ہیں اور آپ انتہائی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی

باتیں سنتے۔جامعہ کے بیت المال میں سے خرچ کرنے کے معاملے میں انتہا درجے کے محتاط تھے،رفقاء کا بہت خیال رکھتے تھے۔وقت کی بہت قدر کرتے تھے۔مطالعہ،اسباق کے باقاعدہ نظام الاوقات تھے اوراس کی سخت پابندی کرتے اورطلباء سے بھی کرواتے تھے۔

ابتدائی حالات اور تعلیم:......حضرت استاذ محترم نے جنوبی پنجاب کے اہم شہر ڈیرہ غازیخان کے ایک بظاہر پسماندہ علاقے شادن لُنڈ کی بستی شیر گڑھ میں علاقے کی ایک نیک شخصیت محترم رحیم بخش خان صاحب کے گھر 1955ء میں آنکھ کھولی۔ہوش سنبھالا تو رواج کے تحت قریبی بستی کھجّی والا کے پرائمری سکول میں داخل ہوگئے۔آپ کے والد بزرگوار فیصلہ کر چکے تھے ایک بیٹے کو دین کی تعلیم دلانی ہے۔چنانچہ یہ سعادت حضرت استاذ یم کے حصے میں آئی اورعلاقے میں ''اسلامی مدرسہ'' کے نام سے مشہور دینی درسگاہ (جوحضرت مولانا عبدالستار تونسوری رحمہ اللہ نے قائم فرمائی) میں داخل ہوئے۔تیرہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی اوریہیں پر فارسی کی کتابیں مسندِ افتاء کے درخشندہ ستارے حضرت مولانا مفتی عیسیٰ خان صاحب گورمانی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قائد جمعیت حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے اپنے جگر گوشہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کو یہاں دوردراز کے دیہات میں پڑھنے کے لئے بھیجا تھا،تاکہ ان کا زمانہ طالب علمی سیاست کی آمیزش سے محفوظ رہے۔چند سال قبل قائد جمعیت یہاں دارالعلوم کبیروالا تشریف لائے تو استاذ یم سے ملاقات کے دوران اپنے اُس دورِ طالب علمی کو یاد کرتے رہے اورفرمایا کہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب نوراللہ مرقدہ میرے ابتدائی ساتھیوں میں سے ہیں۔

چودہ سال کی عمر میں فارسی کتب پڑھنے کے بعد جامعہ احیاء العلوم مظفر گڑھ تشریف لے گئے،جہاں اُس وقت دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل،صرف ونحو کے ماہرین حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب،حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمہما اللہ کی صورت میں جلوہ افروز تھے۔اپنی ابتدائی تعلیمی استعداد اِن نابغہ روز شخصیات کی سرپرستی میں خوب مضبوط کرنے کے بعد کنز الدقائق وغیرہ کتب پڑھنے کے لئے جامعہ مظاہر العلوم کوٹ اَدّو تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت مولانا مفتی عبدالجلیل صاحب،حضرت مولانا فیض الباری صاحب نوراللہ مرقدہما جیسے جبالِ علم سے زانوئے تلمذ کیا۔

دارالعلوم کبیروالا میں آمد:......درسِ نظامی کی ابتدائی کتب خوب محنت اورعرق ریزی سے پڑھنے کے بعد اعلیٰ محنتی وعلمی ذوق کا تقاضا تھا کہ اب مزید بہتری کی طرف سفر گامزن رکھتے ہوئے کسی ایسے چشمہ فیض کا انتخاب کیا

جائے جو علمی و عملی تشنگی کو دور کر سکے۔ چنانچہ اِس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ملک کی اعلیٰ دینی درس گاہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کی طرف رہنمائی کی۔ یہاں ماہر معروف و مشہور جبالِ علم کا ایک جم غفیر آباد تھا، جو دارالعلوم دیو بند سے کسبِ فیض کے بعد یہاں علمی روشنیاں بکھیر کر ایک عالم کو منور کر رہے تھے۔ یہ اساتذہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر خوب دسترس رکھتے تھے اوراعلیٰ باطنی وروحانی مقام پر بھی فائز تھے؛ چنانچہ حضرت استاذ یم کی خوش قسمتی انہیں یہاں لائی اور خوب صیقل ہونے کے بعد ایک گوہرِ نایاب بن گئے۔

دارالعلوم کبیر والا میں آپ نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ ظہور الحقؒ، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد منظور الحقؒ، شیخ الادب شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ (فضلاء دارالعلوم دیو بند) اورفقیہ وقت حضرت مولانا مفتی عبدالقادر، اور مولانا غلام یٰسین صاحب تونسوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے جبال علم سے فیض حاصل کیا۔اس کے علاوہ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا محمد عمر (فاضل دارالعلوم دیو بند)،حضرت مولانا مفتی محمد عیسی خان گورمانی،حضرت مولانا محمد مفتی صدیق،مولانا مفتی عبدالجلیل،مولانا فیض الباری،،مولانا محمد یاسین صابر رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے کوہ گراں شامل ہیں۔

حضرت استاذ یم نے دارالعلوم کبیر والا میں ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی ترقی کا سفر بھی شروع کیا۔ابتداء ہی میں حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ سے وابستگی ہوئی، یہ تعلق، دارالعلوم کبیر والا کا علمی ماحول اور استاذ یم کی عرق ریزی، ان عناصر نے حضرت استاذ یم کی شخصیت میں نکھار پیدا کر دیا۔ یہاں زمانہ تعلیم کے دوران حضرت استاذ یم کے والد محترم کے ناگہانی انتقال کا جانفزا سانحہ پیش آیا، جو استاذ یم کے لئے بہت بڑا دھچکا تھا۔ مالی حالات جو والد محترم کی موجودگی ہی میں کسمپرسی کا شکار تھے، اُن کے انتقال پُر ملال کے بعد تو ابتری کا شکار ہو گئے۔ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے یہاں مزید تعلیم جاری رکھنا مشکل محسوس ہونے لگا، واقعۃً طلباء کے لئے یہ ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے، جہاں اکثر کے قدم ہل جاتے ہیں اور حالات کے ستم کا شکار ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ ایسا ہی استاذ یم کے ساتھ ہونے لگا تھا کہ دارالعلوم کبیر والا کو خیر باد کہہ کر کراچی جانے کا ارادہ کر لیا تھا، جہاں تعلیم کے ساتھ حصولِ رزق کے ذرائع اپنانے کا منصوبہ تھا۔لیکن اللہ جزائے خیر دے ولی کامل حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کو، جنہوں نے اِس نازک موقع پر اِس پھول کی آبیاری کی اور انہیں اِس اقدام سے حکماً منع فرمایا۔یاد رکھیے! واقعی اکابر سے مشورہ لیتے رہنا ایسا قلعہ ہے، جہاں انسان کا ایمان زمانہ کے گردش ایام سے محفوظ ہو جاتا ہے۔مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے کو کسی اللہ والے کے سپرد کر دیا ہے۔ چنانچہ بالآخر اساتذہ کرام کی شفقت و سرپرستی کے نتیجہ میں بائیس برس کی عمر میں 1979ء میں دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا سے

دستارِفضیلت حاصل کی۔

دورانِ تعلیم حضرت والا کی دو چیزیں نمایاں تھیں؛ایک تو پڑھائی میں خصوصی دلچسپی اور تعلیمی کیفیت کو بامِ عروج تک پہچانے کے لیے سحر گاہی اور دوسری خصوصیت اساتذہ کی خدمت میں پیش پیش رہنا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے والدِ مکرم حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ جن خصوصی طالب علموں سے ان کے جذبہ خدمت کی وجہ سے کام لیتے تھے، ان میں حضرت استاذیم کی شخصیت سرفہرست تھی۔ میرے بڑے بھائی مولانا شمس الحق صاحب نور اللہ مرقدہ قصبہ نڑھال میں جمعہ پڑھاتے تھے اور جب کبھی وہ نہ پڑھا سکتے تو حضرت والدِ مکرم حضرت استاذیم کو ہی ان کی جگہ پر بھیجا کرتے تھے۔

تدریسی خدمات:......سندِ فراغت کے فوری بعد اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کے لئے قبول فرماتے ہوئے ضلع جھنگ کے معروف مدرسہ جامعہ عثمانیہ شورکوٹ میں تدریس کے لئے منتخب فرمالیا۔ تین سال وہاں مبتدی کتابوں کے مدرس رہے، لیکن اس دوران فرمایا کرتے ہیں کہ بہت زیادہ شوق تھا، حسرت تھی کہ مادرِ علمی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ میں پڑھانے کا موقع ملے۔ دارالعلوم کبیر والا کا اہتمام ملنے کے بعد ایک دن فرمانے لگے؛ مولوی سراج! جب میں شورکوٹ مدرسہ سے گھر جانے کے لیے ڈیرہ غازی خان کی بس پر بیٹھتا اور وہ بس شہر موڑ کبیر والا سے گزرتی، دارالعلوم کبیر والہ کا گیٹ نظر آتا تو اللہ سے دعا کرتا؛ اے اللہ! مجھے اس مدرسے کی خدمت کا موقع عطا فرما اور نہیں تو اس کا چوکیدار ہی بنا دے۔ پھر فرمایا؛ پہلے تو میں اس میں مدرس لگا اور اب مہتمم بننے کے بعد یوں لگتا ہے کہ اب میں چوکیدار بھی بن گیا ہوں۔

ربِ لم یزل نے آپ کی اس آرزو کو پورا فرمایا۔ یہی وجہ ہے تین سال بعد جب جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کو الوداع کہہ رہے تھے، مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم کبیر والا بانہیں کھولے کھڑا تھا، چنانچہ 1982ء میں گلستانِ علم وعمل، اپنی مادر علمی (جس کی آغوش تربیت میں آپ نے تعلیمی زندگی کا ایک لمبا عرصہ گزارا تھا) میں اپنے مشفق و مربی اساتذہ کرام کے زیرِ سایہ تدریس کا آغاز کیا اور پہلے ہی سال آپ کو وسطی اور علیا درجات کی کتابیں پڑھانے کا موقع مل گیا۔ آپ اپنی مفوضہ ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے خوب محنت ومطالعہ کرتے اور سبق کی بھرپور تیاری کے ساتھ درس گاہ میں پہنچتے، پھر اپنے مخصوص ومنفرد انداز میں درس دیتے، جس سے طلبہ بے حد متاثر ہوتے۔ آپ پیچیدہ عبارتوں کو بآسانی سلجھا دیتے اور مشکل بحثوں کی بھی ایسی واضح اور دل نشین تشریح کرتے کہ اعلیٰ تو درکنار ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی انہیں باآسانی سمجھ لیتا؛ اس لئے طلبہ میں آپ کا درس بہت مقبول ہوا۔ آپ نے درس نظامی

کی تمام علوم وفنون کی کتب بڑی عرق ریزی سے پڑھائی۔خصوصاً ارشاد الصرف، مسلم شریف، طحاوی شریف، مشکوۃ شریف بار ہا پڑھائی اور مسند اہتمام و شیخ الحدیث پر فائز ہونے کے بعد بخاری شریف اور ترمذی شریف تا دم آخر پڑھاتے رہے۔

تصانیف:......حضرت والا نے دورانِ تدریس صرف ونحو پر مشتمل مشہور زمانہ کتب ''عوامل النحو''، ''ہدایت النحو'' اور ارشاد الصرف کی مختصر، عام فہم اردو شروحات ''جواہر النحو اردو شرح عوامل النحو''، ''ارشاد النحو اردو شرح ہدایۃ النحو''، ''ارشاد الصرف جدید تسہیل ارشاد الصرف (فارسی)'' کے نام سے تصانیف فرمائیں، (اکثر شروحات کی کمپوزنگ بندہ نے کی) جس کے درجنوں ایڈیشن باقاعدہ شائع ہو چکے ہیں خصوصا آپ کی ھدایۃ النحو کی شرح ارشاد النحو کو بہت زیادہ شہرت ملی۔ اور ابھی آپ کی بخاری شریف کی تقاریر پر بھی کام ہو رہا ہے جو عنقریب تائید خداوندی سے امید ہے منظر عام پر آجائے گی۔

اہتمام:......آج سے انیس سال قبل دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے دار العلوم کا اہتمام وانصرام آپ کے نا چاہتے ہوئے بھی آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ کا اہتمام سے منسلک ہونا، انتظام وانصرام کی نئی داستان دہراتا ہے۔ اس سے قبل بھی دار العلوم کبیر والا اپنے حضرات بانیان حضرت مولانا عبد الخالقؒ صاحب، حضرت مولانا محمد منظور الحقؒ صاحب اور بعد میں آنے والے حضرات اکابرؒ کے اخلاص اور ان تھک محنت اور صلاحیتوں کی بدولت انتہائی اعلیٰ معیار، شان اور افتخار سے آگے بڑھ رہا تھا، پورے علاقے میں ایک ممتاز اور ایک مدرس گر کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن حضرت استاذیم کے دورِ اہتمام نے دار العلوم کو تشکیل نو دی، اسے نیا رخ دیا، اسے تعمیری اعتبار سے حیات نو بخشی۔ رہتی دنیا تک دار العلوم کا در و دیوار آپ کی محنت کو سلام عقیدت ومودت پیش کرتا رہے گا۔

دار العلوم کے قدیم مینار کی تکمیل، بھٹو دور میں حکومتی تحویل میں لی گئی دار العلوم کی زمین کی واپسی، طلباء کی رہائش کے لیے دارِ فاروقِ اعظم کی صورت میں چار منزلہ دار الاقامہ (ہوسٹل)، عوام لناس کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اصلاحی وتبلیغی مجلّہ ماہنامہ ''تذکرہ دار العلوم'' کا اجراء، طلباء وعوام الناس کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جدید جامع مسجد کی تعمیر نو، وسیع وعریض دار الافتاء، کشادہ دار الحدیث، لاکھوں کتب پر مشتمل لائبریری اور دفاتر پر مشتمل چار منزلہ بلڈنگ کی تیاری، حضرات اساتذہ کرام کے لیے خوبصورت مکانات کی تعمیر، بیوت الخلاء، غسل خانوں پر مشتمل چار منزلہ عمارت، 160 فٹ کا فلک بوس جدید مینار، داخلی اور خارجی راستوں پر ٹف ٹائیلز، سرسبز وشاداب خوبصورت گراسی پلاٹ کی تکمیل اور اب پانچ منزلہ پچیس درسگاہوں پر مشتمل دار القرآن کی تعمیر نو کا آغاز آپ کے دور کے وہ

کارہائے نمایاں ہیں، جنہیں دیکھ کر ہر عام وخاص انگشت بدنداں ہے کہ ایسا درویش صفت انسان، مختصر سے عرصہ میں اس پسماندہ علاقہ میں اتنا خوبصورت اور مضبوط کام کروا گیا جو نصرت وتائید خداوندی کے بغیر ناممکن ہے۔

وفاق المدارس کے ساتھ تعلق: ……حضرت استاذیم کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے دیرینہ تعلق رہا ہے۔ کافی طویل عرصے تک پیپر مارکنگ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحان میں پہلے نگران اور پھر طویل عرصہ مختلف مدارس میں نگران اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جب وفاق المدارس کی امتحانی کمیٹی کی تشکیل ہوئی تو حضرت والا اس کے رکن رکین مقرر ہوئے اور اس میں اپنے طویل ترین مارکنگ کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سے قیمتی مشورے بھی دیتے، جنہیں وفاق نے عموماً قانون کی حیثیت دی۔ البتہ دو سال قبل مصروفیات کے پیش نظر جامعہ دارالعلوم کبیر والا کے نئے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب مدظلہ کو اپنی جگہ امتحانی کمیٹی کا رکن نامزد کیا۔

وفاق المدارس کے سابق خازن حضرت مولانا مشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مجلس عاملہ کی میٹنگ میں حضرت والا کو خازن بننے کی پیشکش کی گئی، جسے حضرت والا نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں چونکہ حساب کتاب کا بندہ نہیں ہوں، مجھے اس میں مہارت نہیں ہے، لہٰذا اس عہدے سے مجھے معذور سمجھیں۔ علاوہ ازیں حضرت والا ضلع خانیوال کے مسئول ہونے کی حیثیت سے وفاق المدارس کے معتمد خاص سمجھے جاتے تھے۔

اِصلاحی سلسلہ: ……حضرت والا نے تعلیم وتعلم کے ساتھ ہی اپنے مشفق ومربی استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ سے اصلاحی سلسلہ قائم کیا اور ان کی مشاورت سے ولی کامل حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ سے باطنی اصلاح کی غرض سے رجوع کیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ایک صاحبِ ولایت بزرگ تھے۔ جن کی صحبت نے حضرت استاذیم کے باطن کو ظاہر سے زیادہ منور کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہوں نے بھی آپ پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے خلافت مرحمت فرمائی۔

سفر آخرت: ……حضرت والا پر آخری ایام میں فکر آخرت غالب تھی؛ چنانچہ صاحبزادہ مولانا مفتی محمد اویس ارشاد صاحب مدظلہ کا بیان ہے: ’’حضرت والد محترم نے وفات سے قبل سارے کام معمول کے مطابق کیے۔ بعد نماز عصر کافی دیر تک مسجد کے صحن میں تشریف فرما رہے۔ الحمدللہ وفات سے قبل رات کو معمولات سے فارغ ہو کر ٹھیک ٹھاک سوئے، صبح تہجد میں خود سے جاگنے کا معمول تھا۔ تاہم صبح خود سے نہیں جاگے۔ گھر والوں نے نماز فجر کے لیے

جگانا چاہا تو حضرت والا جان جہاں آفرین کے سپرد کر چکے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت والا کی نماز جنازہ کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور پھر ملک بھر سے علماء، اکابر ومشائخ وشیوخ الحدیث، مہتممین ومفکرین، خطباء وادباء، وکلاء وججز، تلامذہ اور اہلیان اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سرزمین کبیر والا میں امڈ آیا۔ دارالعلوم کبیر والا کا وسیع وعریض گراسی پلاٹ، جدید جامع مسجد کا ہال وصحن، برآمدہ، تہ خانہ، دارفاروق اعظم، دارالتعلیم ودارالحدیث اوران کے کشادہ تہ خانے، دارالعلوم روڈ اور متعلقہ کھیت، گلیاں اور سڑکیں اور سرزمین کبیر والا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگی دامن کا شکوہ کرنے لگی۔

ہر آنکھ اشک بار، شیخ کی جدائی میں غم کی وجہ سے نڈھال نظر آئی۔ اپنے شیخ ومربی کا آخری دیدار کرنے والے اپنے اور پرائے آپ کی ہمہ جہت علمی وعملی اور دینی، تبلیغی واصلاحی خدمات اور آپ کے زہد وتقوی اور منکسرالمزاجی کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہوئے ''سبحان اللہ'' ''ماشاءاللہ'' کہہ کر رب تعالیٰ کی خوب صورت مہمان نوازی پر عش عش کرنے لگے اور زبان حال سے گویا ہوئے؛ ''عاشق کا جنازہ ہے، ذرا دھوم سے نکلے''۔

اکابر ومشائخ نے آبدیدہ آنکھوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے حضرت والا کی دینی وملی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ آیۃ الخیر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت والا کو خراج عقیدت پیش کیا۔ صاحبزادہ مولانا مفتی محمد اویس ارشاد زادکم اللہ شرفا نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے استاد اور والد مرحوم ومغفور کی طرف سے انتظامی کوتاہیوں سے معذرت چاہی اور پھر آپ کا جسد خاکی دارالعلوم کبیر والا کے قبرستان پہنچایا گیا اور آپ کے شیخ ومربی محی السنہ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر نوراللہ مرقدہ کے پہلو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محو آرام ہوئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَه وَارْحَمْه وَعَافِه وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَه وَوَسِّعْ مُدْخَلَه وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ) اللهم لا تحرمنا اجره بعده.

کارکردگئ وفاق

وفاق المدارس کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاس

☆......اہم فیصلے، نصاب تعلیم پر مشاورت، وفاق المدارس اور حکومت میں مذاکرات کے عمل کا جائزہ

☆......دینی مدارس کے نصاب ونظام تعلیم پر کسی قسم کے سمجھوتے اور دباؤ کو قبول نہ کرنے کا اعلان

مولانا عبدالقدوس محمدی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا کا ایک ایسا پرائیویٹ اور وسیع دینی تعلیمی نیٹ ورک ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی......اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے وطن عزیز پاکستان کے تمام نامی گرامی اور ممتاز علماء کرام وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا حصہ ہیں- یوں تو وفاق المدارس کے انتظامی ڈھانچے میں مختلف کمیٹیاں اور سیٹ اپ ہیں لیکن دستوری طور پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے دو فورم بہت اہمیت کے حامل ہیں- وفاق المدارس کا سب سے بالا، موثر اور بااختیار فورم ''مجلس عاملہ'' ہے- مجلس عاملہ وفاق المدارس کے ان تجربہ کار اہل علم اور اہل مدارس حضرات پر مشتمل ہے جن کی دینی، علمی خدمات، جن کے مدارس کا معیار تعلیم اور جن کا تجربہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔ پاکستان بھر سے تقریبا اکتیس افراد پر مشتمل مجلس عاملہ میں تقریبا ہر قابل ذکر عالم دین موجود ہیں- کئی حضرات ماضی میں وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کا حصہ رہے لیکن حالیہ مدت میں وہ مجلس عاملہ کے رکن نہیں ؛ جبکہ مجلس شوری میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے وابستہ بنین کے مدارس کے وہ مہتممین شامل ہیں جن کے مدارس میں طلبہ کی ایک مخصوص تعداد، مخصوص مدت کے لیے امتحانات میں شریک ہوتی ہو اور وفاق المدارس کی طرف سے طے کردہ ضابطے کے مطابق امتحانات میں کامیابی حاصل کی ہو۔

یاد رہے کہ تعداد کا تعین کرتے ہوئے صوبائی دارالحکومتوں، خیبر پختونخواہ اور اندرون سندھ واندرون پنجاب کے حالات، دینی ماحول اور مدارس کی طرف رجوع کی رعایت رکھی گئی ہے اور ہر جگہ کے لیے الگ الگ ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ وفاق المدارس کے ان دونوں فورمز کے اجلاس ۱۶/اور ۱۷/اگست کو ادارہ علوم اسلامی بہارہ کہو اسلام آباد میں منعقد ہوئے...... یاد رہے کہ مجلس عاملہ کا اجلاس تو تسلسل کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتا رہتا ہے اور ہر اہم موقع اور معاملہ پر غور وخوض اور فیصلوں کے لیے مجلس عاملہ کے اراکین مل بیٹھتے ہیں لیکن مجلس شوریٰ کے اراکین چونکہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد بھی تقریبا ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے اس لیے ان کو بار بار جمع کرنا عملاً ممکن نہیں ہوتا اس لیے شوریٰ کا اجلاس دستوری طور پر سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے، اگر کوئی بہت اہم معاملہ درپیش ہو تو پھر شوریٰ کا

اجلاس طلب کیا جاسکتا ہے۔حالیہ اجلاس دستوری مدت کے اعتبار سے بھی تھا اور خاص طور پر نصاب میں تبدیلی کے لیے بھی ضروری تھا......مجلس عاملہ اور شوریٰ کے اجلاسوں کے لیے اسلام آباد کے موقر دینی ادارے جس میں مدت سے دینی وعصری تعلیم دی جاتی ہے ادارہ علوم اسلامی کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت صدر وفاق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی سرپرستی اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کی نگرانی، ہدایات اور مشاورت سے اسلام آباد اور راولپنڈی کے ممتاز علماء کرام نے ہمیشہ کی طرح انتظام وانصرام کی ذمہ داری سنبھالی-حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب کی سربراہی میں رکن مجلس عاملہ حضرت مولانا ظہور احمد علوی صاحب،مسئول وفاق المدارس اسلام آباد حضرت مولانا عبدالغفار صاحب اور حضرت مولانا مفتی عبدالسلام صاحب اسلام آباد کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا نذیر فاروقی صاحب،مسئول وفاق المدارس راولپنڈی مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب، میزبان ادارہ کے صدر حضرت مولانا عبداللہ اقبال صاحب اور راقم الحروف عبدالقدوس محمدی پر مشتمل انتظامی کمیٹی نے دونوں اجلاسوں کے جملہ انتظامات،تشریف لانے والے مہمانوں کے قیام وطعام،اجلاسوں کے انعقاد کے انتظامات،سیکورٹی،اسلام آباد کی ضلعی انتظامیہ اور پولیس کے ساتھ کوارڈینیشن، دفتر وفاق المدارس سے رابطوں،مہمانوں کی آمد ورفت کے نظم سمیت جملہ امور انجام دیئے۔

ادارہ علوم اسلامی کی فعال،منظّم اور مستعد ٹیم جس میں ادارہ کے منتظمین،اساتذہ وطلبہ سبھی شامل رہے انہوں نے حسن انتظام،نظم وضبط،خوش اخلاقی اور میزبانی کا حق ادا کیا-تمام آنے والے مہمانوں نے ادارہ علوم اسلامی کی شاندار میزبانی اور نظم وضبط کو سراہا۔یوں تو ادارے کا ہر ہر فرد ہی خدمت میں مصروف عمل تھا لیکن خاص طور پر ادارے کے صدر مولانا عبداللہ اقبال صاحب، نائب صدر مولانا سبقت منصور صاحب اور پرنسپل ادارہ مولانا قاری محبوب الٰہی صاحب ہر معاملے کی براہ راست نگرانی فرماتے رہے-وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی دفتر کی ٹیم ناظم دفتر مولانا عبدالمجید صاحب اور چوھدری ریاض عابد صاحب کی سربراہی میں دونوں اجلاسوں کے اعلانات ہونے سے لے کر کامیاب انعقاد تک اپنی روایات کے مطابق مسلسل سرگرم عمل رہی۔

۱۶/اگست کو وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کا اجلاس تھا جس میں سرپرست وفاق المدارس حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، نائب صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سعید یوسف صاحب بیرون ملک ہونے کی وجہ سے اور نائب صدر وفاق حضرت مولانا سلیمان بنوری کچھ اعذار کی بنا پر شریک نہ ہوسکے جبکہ وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا حال ہی میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئے-ان کے علاوہ تقریباً تمام حضرات مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔

مجلس عاملہ میں تمام امور زیر بحث آئے خاص طور پر نصاب کی تبدیلی کے معاملے پر بہت تفصیلی بحث ہوئی جبکہ مدارس کی رجسٹریشن، بنک اکاؤنٹس، کوائف طلبی سمیت دیگر مسائل کے حوالے سے حکومتی زعماء اور دیگر اداروں کے ذمہ داران سے جو تفصیلی بات چیت ہوئی، وفاق المدارس کے قائدین بالخصوص حضرت صدر وفاق اور ناظم اعلی وفاق المدارس نے اس حوالے سے جو شبانہ روز جدو جہد کی اور جس انداز سے ہر ہر فورم اور ہر ادارے میں جا جا کر کوشش کی ؛اپنی دیگر تمام مصروفیات ومشاغل کو ترک کر کے مدارس اور وفاق المدارس کے لیے جو اہتمام کیا اس سے عاملہ اور اگلے دن شوریٰ کے اجلاس میں تمام شرکاء کو تفصیل سے آگاہ کیا گیا۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب وفاق المدارس کی عاملہ اور شوریٰ کے دونوں اجلاسوں میں شریک ہوئے اور مدارس کے معاملات میں حکومتی ایوانوں میں جو کشمکش رہی اور جس طریقے سے مدارس پر بیرونی ایجنڈہ مسلط کرنے ، مدارس کی مشکیں کسنے اور مدارس کے لیے مسائل ومشکلات پیدا کرنے کے حوالے سے جہاں جہاں مسائل پیدا ہوئے ، جہاں جہاں لیت ولعل سے کام لیا جاتا رہا،جس جس کی طرف سے روڑے اٹکائے گئے اور لمحہ بہ لمحہ وفاق المدارس کے قائدین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب،حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مابین رابطوں اور مشاورت کا اہتمام رہا اس سے آگاہ کیا گیا اور دونوں اجلاسوں میں مکمل کارگزاری بیان کرنے کے بعد یہ پالیسی دی گئی کہ مدارس کی حریت وآزادی پر کوئی کمپرومائز نہیں کیا جائے گا اور کسی قسم کے بیرونی ایجنڈے کے تحت مدارس کے بارے میں قانون سازی کسی طور پر قبول نہیں کی جائے گی ،ایسی کوئی چیز جس کی وجہ سے مدارس اپنے مقاصد حاصل نہ کر پائیں اور آزادی سے دینی تعلیم نہ دی جاسکے اسے کسی طور پر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔مولانا فضل الرحمٰن صاحب،مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب،مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے وزیر اعظم ،کابینہ،متعلقہ وزراء اور قومی اداروں کے ذمہ داران کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں اور مذاکرات سے عاملہ وشوریٰ کے اراکین کو تفصیل سے آگاہ کیا اور اپنا کام اور جدو جہد جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔

دونوں اجلاسوں میں وفاق المدارس کے نصاب میں زیر غور تبدیلیوں پر بھی بات کی گئی ......ناظم اعلی وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری نے نصابی کمیٹیوں اور مجلس عاملہ کی اس حوالے سے تجاویز سے مجلس شوری کو آگاہ کیا اور واضح کیا کہ نصاب میں پہلے مرحلے میں کوئی بہت زیادہ تبدیلیاں نہیں کی جارہیں، چند جزوی تبدیلیاں ہیں اور وہ بھی مدارس کے نظام ونصاب کو بہتر بنانے کے لیے ہیں ؛اس لیے کسی قسم کے پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوں۔نصاب میں کی جانے والی تبدیلیوں میں چند کتب کے ردوبدل کے علاوہ جو دو بہت اہم اور نمایاں تبدیلیاں کی جارہی ہیں

امید ہے کہ ان کے دُوررس اثرات مرتب ہوں گے ان میں سے ایک تو عربی زبان کو زیادہ بہتر انداز سے سیکھنے سکھانے ،اور پڑھنے پڑھانے کا اہتمام جبکہ دوسرا ہر درجہ میں حفظ احادیث کا اہتمام شامل ہے......عاملہ اور شوریٰ کے اجلاس میں نصاب میں تبدیلی کی اصولی منظوری تو دے دی گئی لیکن کچھ تجاویز اجلاس کے دوران آئیں اور مزید آراء وتجاویز کے لیے ایک ماہ کا وقت مقرر کیا گیا ،اس کے بعد مجلس عاملہ ان تبدیلیوں کا حتمی اعلان کردے گی۔

وفاق المدارس کی شوریٰ کے اجلاس کی نظامت ونقابت کی ذمہ داریاں حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب بحسن وخوبی سرانجام دی اور مولانا زبیر صدیقی نے عاملہ کے سابقہ اجلاسوں کی کاروائی اور فیصلوں کو توثیق کے لیے ہاؤس میں پیش کیا- تمام شرکاء نے ان فیصلوں کی توثیق کی۔ اجلاس کے دوران حضرت ناظم اعلی وفاق المدارس نے نصابی ،انتظامی امور پر گفتگو کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس کی پالیسی کو بھی بہت احسن انداز میں بیان کیا اور فرمایا کہ ہم اپنی جانوں سے بھی زیادہ دینی مدارس اور وفاق المدارس کا تحفظ کرتے ہیں اور الحمداللہ مدارس کے نصاب ،نظام اور ہر ہر چیز کا تحفظ کیا۔صدر وفاق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنے صدارتی اور کلیدی خطاب میں دینی مدارس کے کردار وخدمات ، پالیسی کے ساتھ ساتھ تربیتی امور پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی- آپ نے مدارس کے نظام کے حوالے سے ملنے والی شکایات کا تذکرہ کیا۔کئی قابل اصلاح امور بالخصوص دیانت وامانت ،اساتذہ وطلبہ کے حقوق ،سادگی وکفایت شعاری ،تصویر سازی کے بڑھتے ہوئے رجحان سمیت ہر اہم پہلو پر اظہار خیال کیا جسے تمام حاضرین نے بہت ادب اور محبت سے سماعت کیا- ان دونوں اجلاسوں میں جو مزید امور زیر غور آئے ، جو جو فیصلے کیے گئے اور جن حضرات نے ان اجلاسوں میں شرکت کی ان میں سے چیدہ چیدہ حضرات کے اسمائے مبارکہ وفاق المدارس کے اجلاسوں کے حوالے سے جاری کی جانے والی پریس ریلیز میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں :

”اسلام آباد (17 / اگست 2023ء) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے دو روزہ ملک گیر اجلاس میں قائدین وفاق المدارس نے اعلان کیا کہ مدارس کی حریت وآزادی پر کوئی حرف نہیں آنے دیں گے ، مدارس کے خلاف سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں ،اہل مدارس تقوی ،صبر اور رجوع الی اللہ کا اہتمام کریں ، دینی مدارس اپنے نصاب ونظام میں وقتاً فوقتاً تبدیلی اور بہتری لاتے رہتے ہیں لیکن کسی کا دباؤ قابل قبول نہیں ، وفاق المدارس نے دینی مدارس کے نصاب ونظام پر ہمیشہ پہرہ دیا اور قائدین وفاق اپنی جانوں سے زیادہ دینی مدارس کا تحفظ کرتے ہیں, سانحہ باجوڑ کے ذمہ داران کا سراغ لگا کر انہیں نشان عبرت بنایا جائے اور قوم کی جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے ،قران کریم اور دیگر مقدسات کی توہین کو قانون سازی اور قانون کے موثر استعمال سے ہی روکا جا سکتا ہے ،قانونی تقاضے

پورے نہ کرنے کے باعث فساد کا دروازہ کھل سکتا ہے جس کا ملک متحمل نہیں، جڑانوالہ میں مسیحی برادری کی بستی اور املاک کو نذر آتش کرنا قابل مذمت اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ ترجمان وفاق المدارس مولانا عبدالقدوس محمدی اور میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کی جانب سے جاری کردہ تفصیلات کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کا دو روزہ ملک گیر اجلاس ادارہ علوم اسلامی بہارہ کہو اسلام آباد میں صدر وفاق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا فضل الرحمٰن، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا عبیداللہ خالد، مولانا مفتی مختار الدین شاہ، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا امداداللہ یوسف زئی، مولانا حسین احمد، مولانا صلاح الدین ایوبی، مولانا مفتی محمد طیب، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا مفتی طاہر مسعود، مولانا قاری عبدالرشید، مولانا ناصر محمود سومرو، مولانا محمد خالد، مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی، مولانا قاضی نثار، مولانا عبدالستار، مولانا عبدالمنان، مولانا اشرف علی، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا قاری محمد یاسین، مولانا محمد انور، مولانا محمد قاسم، مولانا سید عبدالبصیر، مولانا حسین احمد، مولانا قاری محمد طاہر، مولانا حامد حسن، مولانا عبدالمجید، چوھدری ریاض عابد، مولانا عبداللہ اقبال، مولانا یوسف خان، مولانا محمد یوسف خان، مولانا نذیر احمد فاروقی، مفتی عبدالسلام، مولانا عبدالغفار، مفتی عبدالرحمٰن، مولانا منیر احمد منور، قاری عتیق الرحمٰن عزیز، مولانا قاسم عبداللہ، مولانا الیاس مدنی، مولانا جواد بنوری، مولانا داؤد فقیر، قاری محبّ اللہ، مولانا حماداللہ یوسف زئی، مولانا محمد عدنان، مولانا جواد قاسمی، مولانا عمران عثمان سمیت ملک بھر سے سینکڑوں اراکین مجلس شوریٰ نے شرکت کی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے ملک گیر ان دو الگ الگ اجلاسوں میں دینی مدارس کے نصاب ونظام کے حوالے سے مختلف امور پر غور آئے اور کئی اہم فیصلے کئے گئے خاص طور پر نصاب تعلیم میں بعض تبدیلیوں کی اصولی منظوری دی گ ء۔ اجلاس کے شرکاء کو ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا محمد حنیف جالندھری نے حکومت کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کی تفصیلات سے آگاہ کیا جبکہ سرپرست وفاق امیر جمعیت علماء اسلام مولانا فضل الرحمٰن نے اقتدار کے ایوانوں میں مدارس کے بارے ہونے والی کشمکش اور مدارس کے نصاب ونظام کے بارے میں عالمی اور بیرونی دباؤ کے باعث پیدا ہونے والی صورتحال سے بھی شرکاء کو آگاہ کیا اور صبر واستقامت سے جدوجہد جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ہاؤس کو بتایا کہ مدارس کی رجسٹریشن اور دیگر امور کے بارے میں پیش رفت اس لئے نہیں ہوسکی کہ مدارس پر بیرونی ایجنڈہ مسلط کرنے کی کوشش کی

جا رہی ہے جو ہمیں کسی صورت قبول نہیں۔اس موقع پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین نے اپنے دیرینہ موقف کا اعادہ کیا کہ ہم مدارس کی حریت وآزادی پر کوئی حرف نہیں آنے دیں گے۔صدر وفاق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ اگر اہل مدارس تقوی اختیار کریں، رجوع الی اللہ کا اہتمام کریں اور صبر وتحمل اور ہمت واستقامت سے کام لیں تو مدارس کے خلاف کوئی سازش کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی انہوں نے اہل مدارس کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر توجہ دینے کی ترغیب دی اور اس بات کو واضح کیا کہ مدارس اپنے ایجنڈے کے تحت کام کرتے ہیں کسی بیرونی دباؤ یا مطالبے پر مدارس کے نصاب و نظام میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ ہم اپنی جانوں سے زیادہ دینی مدارس کا تحفظ کرتے ہیں اس لیے کہ مدارس کا تحفظ دراصل دین کا تحفظ ہے۔انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس نے دینی مدارس کے نصاب ونظام پر پہرہ دیا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجلاس میں باجوڑ کے شہداء کے درجات کی بلندی اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا بھی کی گئی اور سانحہ باجوڑ کے ذمہ داران کا فی الفور سراغ لگا کرانہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا گیا۔اس موقع پر وزیرستان میں مدارس میں درس و تدریس کے سلسلے کی بحالی اور نقصانات کی تلافی کا بھی مطالبہ کیا گیا-وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین نے سانحہ جڑانوالہ پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ قرآن کریم یا دیگر مقدسات کی توہین کی قانون سازی اور پہلے سے موجود قوانین کو موثر بنا کر ہی روک تھام ممکن ہے انہوں نے کہا کہ اگر بروقت قانونی کاروائی کی جائے تو بہت سے سانحات وفسادات سے بچا جا سکتا ہے۔وفاق المدارس کے قائدین نے توہین قرآن کے الزام کے ردعمل میں مسیحی برادری کی بستی کو نذر آتش کرنے کی پرزور مذمت کی اور اسے اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا-اجلاس کے دوران بزرگ عالم دین اور رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس مولانا ارشاد احمد کی رحلت پر بھی گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی گئی۔نیز قائدین نے ادارہ علوم اسلامی کے بانی مولانا فیض الرحمٰن عثمانی مرحوم کی خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کیا اور ادارہ علوم اسلامی کے منتظمین، اساتذہ کرام اور طلبہ کی خدمات کو سراہا۔‘‘

رُودادِ اجلاس مسئولین وسطی اضلاع و ہزارہ ڈویژن

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مولانا مفتی سراج الحسن

۲۴؍جولائی بروز پیر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں صوبہ خیبر پختونخوا کے وسطی اضلاع جبکہ ۲۷؍جولائی بروز جمعرات جامعہ صدیقیہ ایبٹ آباد میں ہزارہ ڈویژن مسئولین کے اجلاسات منعقد ہوئے۔

وسطی اضلاع کا اجلاس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم کے زیر صدارت چار بجے شروع ہوا، شرکاء میں ناظم وفاق خیبر پختونخوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا سلمان الحق صاحب، حضرت مفتی عبداللہ شاہ صاحب مسئول ضلع چارسدہ، حضرت مولانا محمد علی صاحب مسئول ضلع مردان، معاون مسئول بنین ضلع پشاور مفتی اسداللہ صاحب، معاون مسئول بنات ضلع پشاور مفتی احمد عثمانی صاحب، حضرت مولانا عبدالرؤف بادشاہ صاحب مسئول شعبہ حفظ ضلع صوابی ، ضلع مہمند کے مسئول حضرت مولانا ریاض الدین صاحب ضلع صوابی کے مسئول برائے کتب حضرت مولانا نصیر محمد حقانی صاحب اور مولانا بلال الحق صاحب شامل تھے۔ جبکہ ہزارہ ڈویژن کے جملہ مسئولین کا اجلاس وفاق المدارس العربیہ پاکستان صوبہ خیبر پختونخوا کے ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں ہزارہ ڈویژن کے مسئولین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مسئول ایبٹ آباد، حضرت مولانا قاضی فیوض الرحمٰن صاحب مسئول ہری پور، حضرت مولانا ناصر محمود صاحب مسئول ضلع مانسہرہ بنین ، حضرت مولانا فریدالدین صاحب مسئول بٹگرام اور حضرت مولانا گل بر صاحب مسئول ضلع کوہستان نے شرکت کی۔

وسطی اضلاع کا اجلاس صاحبزادہ مولانا بلال الحق مکی صاحب کی تلاوت سے شروع ہوا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ ضعف، پیرانہ سالی اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود اجلاس میں تشریف فرما تھے، تاہم حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت کی مشقت اور تکلیف کو دیکھتے ہوئے حضرت کو دعوت دی کہ آپ اپنے ملفوظات سے ہمیں مستفید فرما کر آرام کے لیے تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آنجناب نے

مختصر الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور پھر تشریف لے گئے۔

آپ نے اپنے خطاب میں وفاق اور اس کے فیصلوں پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ تدریبات کے انعقاد کا فیصلہ وفاق کا اہم اور بہتر فیصلہ ہے۔ضلع صوابی میں اس کا سلسلہ سالہا سال سے چل رہا ہے اور ضلع صوابی کے مسئول مفتی نصیر محمد حقانی نے کئی ساری تدریبات منعقد کی ہیں۔آپ نے مزید کہا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کئی اعتبارات سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اس کی برکت سے تمام مدارسِ دینیہ نظم کے حوالے سے ایک ہوگئے۔طبقاتی نظام تعلیم کا خاتمہ ہوگیا۔اصلاح امت اور تعلیم کے فروغ میں مدارس اہم کردار ادا کررہے ہیں۔بے سروسامانی کے باجود قوم کے بچوں کو مفت تعلیم دیتے ہیں انہی مدارس کے تحت پاکستان میں لاکھوں طلبہ وطالبات زیورِتعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔اس مادہ پرستی کے دور میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ مدارس جوخدمات انجام دے رہے ہیں وہ قابلِ تقلید ہے۔

صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم نے تمام مسئولین کی شرکت پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ چونکہ نمائندہ حضرات ہیں اسی وجہ سے وقتاً فوقتاً اجلاسات کا انعقاد اور اس میں شرکت از حد ضروری ہے،تاکہ وفاق کے فیصلوں سے بروقت آگاہی حاصل ہوتی رہے اور یہی بروقت اور صحیح طریقے سے آگاہی اپنے اکابر کے فیصلوں پر اعتماد کی راہ ہموار کرتی ہے۔سابقہ ترتیب یہ ہوا کرتی تھی کہ صوبہ بھر کے تمام مسئولین کا اجلاس بیک وقت انعقاد پذیر ہوتا،جس میں دور دراز کے اضلاع مثلاً چترال،گلگت،وزیرستان وغیرہ کے مسئولین کے لئے صوبہ کے کسی مرکزی مقام پر پہنچنا مشکل ہوتا تھا،چنانچہ ہم نے آسانی کے خاطر اس بار اجلاسات مختلف مقامات پر تقسیم کیے؛چنانچہ پہلا اجلاس جنوبی اضلاع کا کوہاٹ میں،دوسرا اجلاس مالاکنڈ ڈویژن کا بٹ خیلہ میں،تیسرا اجلاس وسطی اضلاع کا دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اور چوتھا اجلاس ہزارہ ڈویژن کا ایبٹ آباد میں منعقد اہوا۔

ان اجلاسات کے پانچ بنیادی اغراض ومقاصد ہیں:

(۱)وفاق کے مجلس عاملہ کے اجلاس کے فیصلوں سے مسئولین کو آگاہی دینا۔

(۲)گزشتہ سال نصابی کمیٹی کے اندرونِ خانہ نصاب سے متعلق تجاویز کا منظر عام پر آنا اور غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے اضطراب پھیلنے پر روشنی ڈالنا۔

(۳)مدارس کی رجسٹریشن کے بارے میں مسئولین کو باخبر رکھنا۔

(۴)وفاق کے فیصلے کے تحت ملک بھر میں تدریبات کا انعقاد کرنا۔

(۵)صوبائی سطح پر مارکنگ کی پالیسی کے بارے میں مسئولین کو آگاہ کرنا۔

ناظم وفاق خیبر پختونخوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم نے ان بنیادی مقاصد پر گفتگو کرنے کے لئے اپنے خطاب کا آغاز کیا، پُر مغز اور مقصودی نکات پر مشتمل بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) گزشتہ سال وفاق کی نصابی کمیٹی نے نصاب میں ترمیم سے متعلق تجاویز پیش کیں، اور یہی تجاویز کسی طریقے سے اجلاس سے باہر آ گئیں، اب ظاہر ہے کہ سیاق وسباق سے ہٹ کر جو بات پبلک میں آتی ہے، تو جس کا دل جس طرح چاہے اُسے پھیلائے گا، اور یہ متعلقہ حلقوں میں بے چینی کا باعث بنتا ہے، چنانچہ اسی طرح ہوا، ملک بھر سے اس پر ناخوشگوار ردعمل سامنے آیا، حالانکہ درحقیقت یہ تجاویز نصاب کمیٹی کے معزز ارکان کی طرف سے آئی تھیں، کوئی فیصلہ کن بات نہیں تھی، کیونکہ نصابی کمیٹی اپنی تجاویز پیش کرتی ہے، نصاب میں تبدیلی کا اختیار نصاب کمیٹی اور مجلس عاملہ کے پاس نہیں ہے بلکہ عاملہ سے پاس ہو کر مجلس شوری کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ مجلس شوری کی منظوری کے بعد نصاب میں تبدیلی کی جاتی ہے۔

(۲) مدارس نے کبھی بھی رجسٹریشن سے انکار نہیں کیا، اس سلسلہ میں ۱۹/اگست ۲۰۱۹ء کو اتحادِ تنظیمات مدارسِ دینیہ کا حکومت کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے، جس کے تحت وفاق سے ملحق مدارس اپنا الحاق وزارتِ تعلیم کے ساتھ کریں گے، اور وزارتِ تعلیم کو ہی مدارس اپنا ڈیٹا دینے کے پابند ہوں گے، جن حکومتی اداروں کو اس ڈیٹا کی ضرورت ہو گی وہ وزارت تعلیم سے یہی ڈیٹا حاصل کر سکیں گے۔ لیکن حکومت اپنے طے شدہ فیصلوں سے خود ہی انحراف کرتی ہے، رجسٹریشن کے نام پر حکومت کی طرف سے کبھی ایس ایچ او، کبھی انٹیلی جنس والے، کبھی فوج، کبھی پٹواری اور کبھی دوسرے اداروں کے نمائندے مدارس آتے ہیں اور اربابِ مدارس سے غیر ضروری ڈیٹا اور کوائف طلب کرتے ہیں، اس لئے اربابِ مدارس ان کے لائے ہوئے فارم نہ بھریں، بلکہ اپنے اکابر کے فیصلوں کا انتظار کریں، ان کی طرف سے واضح ہدایات کے بغیر رجسٹریشن فارم نہ بھریں۔ حکومتی پالیسیاں رجسٹریشن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ کوائف طلبی کے نام پر مدارس کو بے جا تنگ کیا جا رہا ہے ہم نے ڈیٹا جمع کرنے کے لیے ون ونڈو کی سہولت دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(۳) وفاق کے بنیادی مقاصد میں ایک اہم مقصد مختلف تدریبات کا انعقاد کرنا بھی ہے، کہ اساتذہ کو سکھایا جائے کہ کس طرح طالب علم کو پڑھانا ہے، تاکہ کتاب اور فن دونوں میں طالب علم کو بصیرت حاصل ہو، کس طرح اپنے طلباء کی عملی تربیت کرنا ہے، کہ فراغت کے بعد وہ دین اور ملک وملت کے لئے صالح فرد بن سکیں، اسی طرح ہر فن کا مزاج اور اسے پڑھانے کا طریقہ کار دوسرے سے مختلف ہے، اساتذہ کو مختلف فنون مثلاً علم الصرف، علم النحو، علم الفقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم منطق، علم ادب اور دیگر علوم وفنون پڑھانے کا طریقہ سمجھایا جائے، تاکہ

ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کرسکیں اور بہتر سے بہتر نتائج حاصل ہوسکیں۔اس سلسلہ میں وفاق کے تحت ملک بھرمیں تدریبات کا سلسلہ جاری ہے، پہلے مرحلے میں درجہ رابعہ تک کے فنون کی تدریبات منعقد کی جائیں گی۔ آپ نے ان کو ایسے ہی جاری رکھنے اور مزید مستحکم کرنے کی درخواست کی۔

(۴) وفاق المدارس کی ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری امتحانات کا انعقاد بھی ہے کیونکہ امتحان تعلیم کا ایک لازمی جز سمجھا جاتا ہے جس طرح عصری تعلیمی اداروں میں سالانہ امتحانات کا انعقاد کیا جاتا ہے اسی طرح اکابر علماء کی انتھک محنتوں اور کوششوں کی وجہ سے وجود میں لائے گئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت بھی ملک بھرمیں بیک وقت سالانہ امتحانات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔اورالحمدللہ وفاق کے امتحانات کا نظم وضبط مثالی اور قابلِ تقلید ہے، کوئی بھی ادارہ اس طرح کا پرسکون، پرامن اور شاندار امتحانی نظم نہیں دکھا سکتا۔بجاطور پر ہم دیگر عصری تعلیمی اداروں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ وفاق کے امتحانات کا نظام مطالعہ کریں اور امتحانات کا عملی نظام بھی ملاحظہ کریں اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے اداروں کے امتحانات میں شفافیت لائیں، الحمدللہ وفاق کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات نقل جیسی لعنت سے پاک ہوتے ہیں،۔آپ نے مسؤلین حضرات کو خصوصی ہدایات جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ امتحانات کے حوالے سے ہر ضلع میں امتحانی عملہ (بنین وبنات) کی تدریب کرانا نہایت ضروری ہے۔بعض اضلاع سے پرائیویٹ طلبہ کا امتحان میں شرکت کی شکایات بھی ہمیں موصول ہو جاتی ہیں لہٰذا اس حوالے سے مسئولین حضرات پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔مسؤلین حضرات یہ عزم کریں کہ اس سال کوئی بھی پرائیویٹ طالب علم امتحان نہیں دے سکے گا۔اس کی بیخ کنی ضروری ہے اس بارے میں مدارس کو باقاعدہ تنبیہ کی جائے۔ہم سب وفاق کے مفادات کے محافظ ہیں اور جملہ امور میں وفاق کے مفادات کی رعایت رکھیں گے تو وفاق مزید مستحکم ہوگا۔تنظیمی اختلافات کی بنیاد پر الحاق اور سنٹروں کی تقرری میں ضدبازی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی پالیسی کے بالکل خلاف ہے۔دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سب سیاسی جماعتوں کے ساتھ وابستگی رکھنے والے مدارس ہمارے لیے ایک جیسے ہیں۔

امتحانات کے بعد جوابی کاپیوں کی جانچ پڑتال بھی ایک بڑا مرحلہ ہوتا ہے، پہلے ملکی سطح پر ایک جگہ متعین کر لی جاتی، جہاں سارے ممتحنین آکر پرچوں کی چیکنگ کرتے،اس میں دقت یہ تھی کہ دور دراز سے آنے والے حضرات کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا،اب وفاق نے فیصلہ کرلیا ہے کہ پرچوں کی چیکنگ اور مارکنگ کا عمل صوبائی سطح پر سرانجام ہوگا، آپ حضرات اپنے متعلقہ اضلاع میں اس کے لئے قابل اور تجربہ کار ممتحنین کی فہرست جلد از جلد تیار کر کے ہمیں ارسال کریں۔صوبائی سطح پر مارکنگ سے ہمارا امتحانی نظام مزید بہتر اور مستحکم ہوسکتا ہے۔

(۵) آپ نے مسئولین کو نئے الحاق میں احتیاط اور بالخصوص مدارس بنات میں وفاق المدارس کے قواعد وضوابط کو پیش نظر رکھنے پر مفصل گفتگو فرمائی اوراس سلسلے میں خصوصی ہدایات دیں کہ:

(الف) جن مدارس کے پاس اپنا ذاتی بلڈنگ نہ ہو بلکہ وہ کسی کرایے کے مکان میں یا بطورِ عاریت لئے ہوئے مکان میں مدرسہ چلا رہے ہیں ایسے مدارس کا الحاق نہ کیا جائے۔

(ب) جن مدارس میں مدرسہ کے مہتمم صاحب کا گھر مدرسہ کے اندر ہو اس مدرسے کا الحاق نہ کیا جائے۔

(ج) سالانہ دستار بندی اور چادر پوشی کی تقاریب میں خلافِ شریعت امور اور اسراف وتبذیر سے اجتناب کیا جائے، جہاں تک ممکن ہو سادگی کے ساتھ یہ تقاریب منعقد کی جائیں، اس سلسلہ میں وفاق ایک جامع پالیسی بنا رہا ہے، اسی کی ہدایات کی روشنی میں یہ تقاریب سرانجام پائیں گی۔

اپنے اندر علمی کمال پیدا کریں

ہمارے علمی مرکز، دارالعلوم دیوبند کے بزرگوں میں سے کسی نے کہا ہے کہ تعلیم وتدریس میں اتنا مزا ہے کہ جنت میں بھی اگر ہماری بات مانی گئی تو ہم کہیں گے: ''یا اللہ! ہمارے سامنے کچھ طالب علم ہوں اور ہم آپ کا دین اُن کو پڑھائیں۔'' اس لیے ہر معلم اور معلّمہ مطمئن رہے کہ اللہ نے بہت اونچا مقام دیا ہے اور ہمیں دنیا کی طرف سے کسی واہ واہ کی ضرورت نہیں۔ بات یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا نائب ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی اس پر آتی ہیں۔ اور وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ تمام صفات اپنے اندر بھی پیدا کرے (کہ جو اس شخص میں تھیں جس کا وہ جانشین بنا ہے) تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ سب جانتے ہیں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ علم آپ کو دیا گیا ہے: ''وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَم، وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا''

ہر مدرّس کی کوشش یہ ہو کہ حتی الامکان اپنے اندر کمال پیدا کرے۔ بعض علماء کا کہیں یہ جملہ پڑھا تھا کہ استاذ جو کتاب پڑھا رہا ہے وہ جتنا سبق طلبہ کو پڑھاتا ہے اس سے دوگنا معلومات اس کے ذہن میں ہونی چاہئیں۔ جو بھی فن ہم پڑھا رہے ہوں، اس کے اندر کمال پیدا کریں، اور کمال پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کثرتِ مطالعہ ہو، جو کتاب ہم پڑھا رہے ہیں اس کو بھی دیکھیں، اس کے حواشی کو بھی دیکھیں، اس کی شروح بھی دیکھیں، اور اس فن کی بڑی بڑی کتابیں بھی دیکھیں صرف طلبہ کو پڑھانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے علم میں اِضافہ کے لیے بھی!۔

(فرمودہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نوراللہ مرقدہ)

تبصرہ کتب

قواعد علوم الحدیث

مصنف: ڈاکٹر محمود الطحان۔ مترجم: مفتی ارشاد الرحمٰن المعتصم۔ صفحات: 527۔ طباعت: مناسب۔

قیمت: لکھی نہیں۔ ملنے کا پتا: جامعہ رحمانیہ الہ آباد ضلع قصور 0300-6502298

''قواعد علوم الحدیث'' عالم اسلام کے مایہ ناز محدث ڈاکٹر محمود الطحان کی معروف و متداول کتاب ''تیسیر مصطلح الحدیث'' کا عام فہم سلیس ترجمہ ہے۔ دینی علوم میں کتاب اللہ اور اس سے متعلقہ علوم وفنون کے بعد حدیث کا نمبر آتا ہے۔ کتاب اللہ کلام اللہ ہے اور حدیث کلام الرسول ہے۔ دونوں ہی دین اسلام کی اساس و بنیاد ہیں۔ جس طرح اہل علم نے قرآنی علوم وفنون میں محنت اور اپنی توانائیاں صرف کی ہیں اسی طرح حدیث اور متعلقاتِ حدیث میں بھی اپنی توانائیاں صرف کی ہیں۔ علماء حدیث نے حدیث کے حصول، اس کی روایت، قبول وعدم قبول کے متعلق متنوع علوم مدوّن کیے ہیں۔ اسی ذیل میں علم الجرح والتعدیل، معرفۃ الرجال، تاریخ الرواۃ، معرفۃ علل الحدیث، علم تاویل مشکل الحدیث، معرفۃ غریب الحدیث، معرفۃ الموضوعات، معرفۃ الوضّاعین جیسے متنوع عنوانات کی طرف توجہ کی ہے۔ علماءِ حدیث نے علوم الحدیث میں پینسٹھ (۶۵) انواع ذکر کی ہیں۔ بعض نے سو (۱۰۰) تک ذکر کیا ہے۔ حدیث کی طرف اعتناء کرنے والے احباب خصوصاً تخصص فی الحدیث کے طلبہ کو ان تمام انواع سے واقفیت ضروری ہے۔ دکتور محمود الطحان حفظہ اللہ عالم اسلام کے مایہ ناز مدرس، محقق، محدث اور مصنف ہیں۔ ''تیسیر مصطلح الحدیث'' آپ کی معروف تصنیف ہے۔ جو اپنے آسان اسلوب اور جامعیت کی وجہ سے عالم اسلام کے بیشتر مدارس و جامعات میں داخل نصاب ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مقدمہ ابن الصلاح، تقریب الراوی، تدریب الراوی کے مباحث نہایت سہل اور عام فہم انداز میں بیان کیے ہیں۔ کتاب اپنے شاندار اسلوب کے باعث عالم اسلام کے علمی حلقوں میں بہت جلد مقبول ہوئی۔ متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ اردو زبان میں بھی اس کے متعدد تراجم دستیاب ہیں۔ زیر نظر ترجمہ مولانا مفتی ارشاد الرحمٰن المعتصم کے قلم سے، جو بعض اعتبار سے دیگر کئی ترجموں سے ممتاز ہے۔ اس ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ:.....ترجمہ حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو، احادیث وآثار کی تخریج کی گئی ہے، مشکل اور مغلق مقامات کو حواشی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فنّی مباحث ومسائل پر محدثین کرام کی مختلف آراء کو نقل کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ فقہاءِ احناف کے اصولی رجحانات، اور ترجیحات جابجا بیان کی گئی ہیں۔ جن فنّی اصطلاحات کی تعریفات اور قیودات میں محدثین کرام اور فقہاءِ حنفیہ کا اختلاف ہے، ان کی بھی نشان دہی کی

گئی ہے۔کتاب کے متن اور اس کی تعلیقات کا مطالعہ کرتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک گوہر نایاب قاری کے ہاتھ لگ گیا ہے۔اہل علم وتحقیق کے لیے یہ کتاب بہترین توشہ ہے۔

اہل قرآن کا تاویلی فلسفۂ ختم نبوت

مصنف: ڈاکٹر ظفر اقبال خان۔صفحات: 544۔طباعت عمدہ۔قیمت: لکھی نہیں۔ ملنے کا پتا: کتاب سرائے، پہلی منزل، الحمد مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔

خداوندِ قدّوس نے نوع انسانیت کے لیے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے شروع فرمایا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ختم کر دیا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی معنی میں نبی و رسول نہیں ہوسکتا،لیکن چونکہ حق اور باطل کے مابین ایک کشمکش ازل سے جاری ہے، باطل کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ وہ حق کے آفتاب کے سامنے اپنا دِیا جائے۔اس سے نکلنے والا دُھواں حق اور حق کے متلاشیوں کے درمیان آڑ بن جائے۔کچھ یہی معاملہ جھوٹے نبیوں کا ہے۔اس باب میں ایک معاملہ تو کذّاب نبیوں کا ہے جنہیں پہچاننا آسان ہے؛ اور ایک معاملہ ان گمراہ افراد اور گروہوں کا ہے جو سیدھا سیدھا ختم نبوت کا انکار تو نہیں کرتے مگر عقیدہ ختم نبوت کی اس انداز میں تشریح وتوضیح کرتے ہیں جو انکارِ ختم نبوت پر منتج ہوتی ہے۔الحمدللہ علماء امت نے اس زاویے سے بھی محنت کی ہے اور اہل باطل کا علمی اور کتابی تعاقب کیا ہے۔زیر نظر کتاب ''اہل قرآن کا تاویلی فلسفہ ختم نبوت'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کے مصنف ڈاکٹر ظفر اقبال خان ہیں۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے سرسید اور دبستانِ سرسید کے تاویلی فلسفہ اجراءِ نبوت کا ابطال پیش کیا ہے۔یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول ''افکار عالم میں غیر تشریعی نبوت کے تاویلات وتصورات''، حصہ دوم میں'' اہل قرآن کا تاویلاتی فلسفہ ختم نبوت کا تجزیاتی محاکمہ'' پیش کیا گیا ہے۔اس پس منظر میں سرسید کے علاوہ علامہ اسلم جیراج پوری، غلام احمد پرویز، خواجہ ازہر عباس کے افکار وخیالات کا بھی بھرپور نقد کیا گیا ہے۔کتاب فلسفیانہ اسلوب کی حامل ہے۔اس لیے ہمارے نوخیز علماء وطلبہ کو کسی جید استاذ کی نگرانی میں اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مقام نبوت کی اسلامی تعبیر

مصنف: ڈاکٹر ظفر اقبال۔صفحات: 224۔طباعت عمدہ۔قیمت: لکھی نہیں۔ملنے کا پتا: کتاب سرائے، پہلی منزل، الحمد مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔رابطہ نمبر: 03007381190

نبوت ورسالت ایسا منصب ہے جو کسبی نہیں محض عطاء وانتخاب الٰہی ہے۔یہ ایسا منصب ہے جو عبد ومعبود کے

درمیان واسطہ اور ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام احکام کو بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لیے نبوت ورسالت کا اجراء فرمایا۔سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر تکمیل پذیر ہوا۔جاننے والے جانتے ہیں کہ جس طرح گم کردہ راہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شرک کی راہیں نکالیں اسی طرح مقام نبوت ورسالت کو ہتھیانے کے لیے ایسے فلسفیانہ ومتکلمانہ اسالیب ومفاہیم اختیار کیے جن کی رُو سے بعد کے بعض افراد مقام نبوت ورسالت میں شریک نظر آتے ہیں۔جناب ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب یہ دوسری کتاب ہے جو مقام نبوت کی تعبیر وتوضیح میں ٹھیٹھ اسلامی نکتہ نظر پیش کرتی ہے۔اس کتاب کی سات فصلیں ہیں:

فصل اول:......اسلام میں تشریعی نبوت ،لغویاتی واصطلاحاتی مطالعہ۔**فصل دوم**:......قرآن میں تشریعی نبوت ،انتخاباتی مطالعہ۔**فصل سوم**:......غیر تشریعی ملکہ نبوت،قرآنیاتی مطالعہ۔**فصل چہارم**:......اسلام میں تشریعی نبوت، تحقیقاتی مطالعہ۔**فصل پنجم**:......تکوینی ملکوتی نبوت،قرآنیاتی مطالعہ۔**فصل ششم**:......تکوینی ملکہ نبوت،تشکیلاتی مطالعہ۔**فصل ہفتم**:......تشریعی نبوت کی خصوصیات،قرآنیاتی مطالعہ۔

بنیادی طور پر یہ کتاب دبستان سرسید اور حلقہ پرویز کے اوہام وخیالات کے تاروپود بکھیرتی ہے،مگر اس ضمن میں ایک عمدہ اور قابل مطالعہ علمی بحث اس کتاب میں سمٹ آئی ہے۔اہل علم کو اس کتاب سے ضرور اعتناء برتنا چاہیے۔

سوانح حیات مولانا عبداللہ جان

مصنف: مولانا حبیب اللہ۔صفحات: 132۔طباعت: عمدہ۔قیمت: 300روپے۔ملنے کا پتا: مولانا حبیب اللہ، جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم شاہ کالورالائی بلوچستان۔رابطہ نمبر 0333-7816081

حضرت مولانا عبداللہ جان رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم لورالائی کے بانی ومہتمم تھے۔جید عالم،آپ نے زمانہ طالب علمی میں پاکستان کے معروف دینی مدارس میں تحصیل علم کی۔فراغت کے بعد کئی دینی مدارس میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔متعدد دینی مدارس کی بنیاد رکھی اور اپنی نگرانی میں انہیں چلایا۔۱۹۸۹ء میں ضلع لورالائی میں جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم کے نام سے ایک شاندار تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی اور تادم آخر اس کی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں رہے۔زیر تبصرہ کتاب میں مولانا عبداللہ جان رحمہ اللہ کی حیات مستعار کے روشن صفحات کو جمع کیا گیا ہے۔حضرت رحمہ اللہ کی دینی مساعی، تدریسی خدمات، علمی وروحانی مقام کو واضح کیا گیا ہے۔سوانحی کتابیں اکابر امت کی یادگار ہوتی ہیں جو ان کی مجاہدانہ زندگیوں کو آشکارا کرتی ہیں۔صاحبانِ ذوق اور متلاشیان حق ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مشام جاں معطر کرتے ہیں۔

سوچئے!

مولانا ناصرالدین مظاہری

بجلی کی آنکھ مچولی مسلسل جاری تھی، کبھی تو کئی کئی گھنٹے کے لئے بھی غائب ہوجاتی ہے، عموماً بجلی جانے کی صورت میں انورٹر اپنا کام خود بخود شروع کردیتا ہے لیکن آج انورٹر نے بھی دھوکہ دیا، بجلی کے ماہر کو روداد بتائی تو اس نے جواب دیا کہ انورٹر بجلی کا محتاج ہوتا ہے، جب اچھی خاصی بجلی اچھی خاصی دیر تک رہتی ہے تب انورٹر بھی اچھی طرح سے چارج ہوجاتا ہے اور اگر بجلی کی آنکھ مچولی جاری رہے، دیر تک بجلی غائب رہے تو انورٹر بجلی سے استفادہ نہیں کرسکتا، انورٹر مطلوبہ پاور اور بجلی کشید کرکے ذخیرہ اندوزی نہیں کرسکتا۔

بجلی کی مہنگائی، کم پیداوار اور زیادہ خرچ کو دیکھتے ہوئے سائنس دانوں نے سولر سسٹم ایجاد کیا جو سورج سے بجلی کشید کرکے اپنے پاس محفوظ کرتا رہتا ہے اور پھر ضرورت پڑنے پر بجلی کی سپلائی شروع کردیتا ہے۔ لیکن سردیوں میں جب مسلسل چالیس دن تک سورج دکھائی نہیں دیا، سورج کی روشنی سے سولر سسٹم محروم رہا تو ہزار کوشش کے باوجود بھی بجلی سپلائی نہ کرسکا۔

یہ دونوں مثالیں ایک ایسی حقیقت ہیں جن سے ہم قطعاً انکار نہیں کرسکتے، اب ہم ان مثالوں کی روشنی میں اپنے ماحول اور معاشرے میں پھیلے اداروں، رفاہی وغیر رفاہی تنظیموں، فعال وغیر فعال تعلیم گاہوں اور معاشرے کا جز و معطل اور زمین کا بوجھ بنے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ چھ ارب سے زیادہ لوگوں کا بوجھ اس زمین نے اپنی پشت پر لادا ہوا ہے، کروڑوں لوگ روزانہ مرتے اور پیدا ہوتے ہیں۔ غور کیجئے کہ بہت سے مرنے والے اب بھی ہمارے درمیان زندہ ہیں اور بہت سے زندہ اب بھی ہمارے درمیان ''مردہ حالت'' میں موجود ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ ہر سوسائٹی، ہر ادارہ، ہر تنظیم، ہر مدرسہ اور جامعہ پاور ہاؤس کے مانند ہے، اگر پاور ہاؤس میں جان باقی نہ رہے، پاور ہاؤس ناکارہ اور نکما ہوجائے یا اس میں اتنی کمزوری اور اضمحلال پیدا ہوجائے کہ وہ بقدر ضرورت بجلی سپلائی نہ کرسکے تو آپ سمجھ سکتے ہیں ہزاروں لاکھوں انورٹر جو گھروں میں منتظرِ پاور ہیں وہ خود بخود ضائع اور بے کار ہوجائیں گے۔ یہی حال ہمارے اداروں کا ہے اگر ہمارے یہ ادارے حقیقت میں پاور ہاؤس کا کردار ادا نہیں کر پا رہے ہیں تو جس طرح پاور ہاؤس بند یا تبدیل کردئے جاتے ہیں اسی طرح اِن پاور ہاؤسوں کو بھی تبدیل اور تحلیل کردیا جانا چاہئے۔ جہاں بسیں نہ چلتی ہوں وہاں بس اڈوں کا کام نہیں، جہاں فلائٹ نہ آتی جاتی ہوں وہاں ایئرپورٹ کا کام نہیں، جہاں ریل گاڑیاں نہ آتی جاتی ہوں وہاں ریلوے اسٹیشنوں کی ضرورت نہیں اور جہاں کام کے افراد پیدا نہ

ہوتے ہوں وہاں اداروں کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ اپنے گھر میں دیکھ لیجئے مرنے سے والے سے ہمارا کتنا ہی تعلق ہو ہم اس کے مرنے کے فوراً بعد اسے دفنانے میں کتنی جلدی کرتے ہیں بالکل یہی حال ہمارے اداروں کا بھی ہے اگر ہمارے ادارے، شخصیات اور تنظیمیں ناکارہ اور نکمی ہو جائیں تو وہ جیتے جی مردہ سمجھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرِ پرواز عطا کئے ہیں، اس نے ذہن و دماغ عطا کیا ہے، اس نے قوت بازو سے نوازا ہے، اس نے بے شمار اُفق عطا کئے ہیں، ستاروں اور سیاروں سے تیز چلنے والا آپ کا ذہن اگر بند کمرے میں ناکارہ ہوا جاتا ہے تو یقین جانیں کل آپ سے اس کی بابت بھی سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں اتنا عمدہ دماغ دیا تھا اس کو کن کاموں میں خرچ کیا؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **لاتصاحب الامئومنا و لا یا کل طعامک الاتقی** ......کہ سوائے مئومن کے کسی کو دوست نہ بناؤ اور مئومن ہی تمہارے دسترخوان سے کھانا کھائے۔ اس سے آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ ان ہی اداروں سے جڑیں جو رفاہی اور لوگوں کی بہبود کا کام کرتے ہوں، ان ہی لوگوں سے مربوط ہوں جن کی ذات سے آپ کو دینی فائدہ ہوتا ہو، ان ہی مجلسوں میں شرکت کریں جہاں کسی کی غیبت نہ ہوتی ہو، کسی کا تمسخر نہ اڑایا جاتا ہو، کسی کی پگڑی نہ اچھالی جاتی ہو، جہاں تخریب کا سامان نہ فراہم کیا جاتا ہو، جہاں تعمیری ذہن ہو، تعمیری فکر ہو، تعمیری عزائم اور ارادے ہوں، وہ ادارے ادارے نہیں تجارتی ''دکانیں'' ہیں جن سے ملت کو کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو، وہ تنظیمیں تنظیمیں نہیں ''پیٹ بھرائی'' کا گھر ہیں جو صرف اپنی ذات کے لئے خیرات حاصل کرنے کے درپے ہیں، وہ مدرسے مدرسے نہیں جن سے نئے اور تازہ دم علماء اور حفاظ پیدا نہ ہوتے ہیں، ہر سال علماء کی اتنی بڑی تعداد فارغ ہو کر کہاں ضم اور ختم ہو جاتی ہے کہ ہر ادارے کو کام کے افراد نہ ملنے کا شکوہ ہے؟ کبھی اس موضوع پر کانفرنسیں نہیں ہوتی ہیں، کبھی ملی ادارے اس بارے میں غور و فکر کے لئے کسی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوتے ہیں، کبھی کوئی شخصیت اس درد اور کرب کو لے کر میدان میں نہیں اترتی ہے۔ ہر کسی کو اپنی فکر ہے جب کہ ہم اس مذہب اور اس قوم کے نمائندے ہیں جہاں ذاتیات سے نہیں عوام سے مطلب رکھا جاتا ہے، جہاں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس، لیکن پھر آخر کیوں ہمارے اندر سے رجال کار ظاہر نہیں ہوتے؟ کیوں اتنی بڑی تعداد فارغ ہو کر سمندری جھاگ کے مانند بیٹھ جاتی ہے۔ خدارا! ان فارغین کے لئے سوچئے، انھیں فارغ ہونے سے پہلے ان کے لئے نئے اُفق تلاش کیجئے، کن سمتوں اور جہتوں میں کس کو کیا کام کرنے ہیں آپ ہی متعین کیجئے، مصحفی غلام ہمدانی کا خیال ہے:

ہم بھی اے جان من اتنے تو نہیں ناکارہ
کبھی کچھ کام تو ہم کو بھی تو فرمایا

اشتہار